ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

ایڈیٹر
نصراللہ خاں ناصر

نومبر ۱۹۹۹ء

"قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں"

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ معرفت میں فرماتے ہیں:۔

"یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا کر دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[۱]۔ یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔ سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا اب صرف مکالمات الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہیں بلکہ سچے اور پاک مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں وہ بعد تزکیہ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں۔"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۸۰)

[۱] المائدہ: ۴

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نبوت ۱۳۷۸ ھش

نومبر ۱۹۹۹ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر :۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :۔ قاضی منیر احمد

مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اِس شمارہ میں

جلد نمبر ــــــ ۴۰
شمارہ نمبر ــــــ ۱۱

شرحِ چندہ

پاکستان ــــــ ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ــــــ چھ روپے

ادار یہ

قرآن کریم کی عظمت و شان

قرآن کریم وہ جامع اور کامل کتاب ہے جو بنی نوع انسان کی تہذیب اس کے تمدن اور اس کی علمی ' اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا پیغام عالمگیر ہے کسی قوم نسل زبان سے تعلق رکھنے والوں سے مختص نہیں۔۔۔۔ممکن نہیں کہ بجز قرآن کے انسان خدا تعالیٰ پر یقین لا سکے اور اس کی معرفت و محبت اسے نصیب ہو۔ اس کی برکات لامتناہی ہیں اور یہ سرچشمہ معارف و حقائق ہے اور اس کی کوئی بات حکمت سے باہر نہیں۔ پھر قرآن کریم کی تعلیمات سے ہی وہ راہنمائی ملتی ہے جو خالق اور مخلوق کے حقوق سے روشناس کراتی ہے۔ اس جامع اور کامل کتاب کے ہوتے ہوئے کسی اور نئے آئین 'دستور یا جدید شریعت کی ضرورت نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں قرآن کریم کے اس حسن کو بڑی وضاحت سے پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔" (المائدہ:۴)

یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔ اور میں اسلام کو تمہارے لے دین مقرر کر کے خوش ہوں ہوا سو قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ہے" (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۸۰)

پس اس عظیم الشان تعلیم کے ہوتے ہوئے اگر کوئی گروہ غور و فکر اور تدبر سے عاری اس تعلیم کو معاشرہ 'قوم اور زمانہ سے ہم آہنگ نہیں پاتا اور جدید کتاب و شریعت پیش کرتا ہے تو یہ اس کی فکری اور علمی کم مائیگی ہے اور محض ذہنی اختراع۔ایسی جسارت کرنے والے ایک طبقہ نے اس "حسین تعلیم" کو پوشیدہ رکھا اور منظر عام پر لانے سے گریزاں رہا۔ اور جب اسے پیش کر ہی دیا تو اس قدر ردوبدل کے ساتھ کہ اس میں حق و حکمت نام کی کوئی بات ہی نہیں۔ جبکہ آج جماعت احمدیہ اس عظیم کتاب کو حرز جان بنائے ہوئے ہے اور اسے اپنا لائحہ عمل قرار دیتی ہے جو سراپا رحمت اور خیر و برکت کا موجب ہے۔

تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۵ نومبر ۱۹۹۹ء کو خطبہ جمعہ میں تقریباً پونے اٹھارہ لاکھ پونڈز کے وعدہ جات کی وصولی کے ساتھ تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

سلسلہ احمدیہ کی انتہائی بزرگ اور مشفق خاتون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی حرم

حضرت سیّدہ امّ متین مریم صدیقہ صاحبہ وفات پاگئیں

مورخہ ۳ نومبر ۱۹۹۹ء کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تادم آخر خدمات بجالانے والی انتہائی بزرگ اور مشفق خاتون حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود......) انتقال فرماگئیں۔ اِنا لِلّٰہِ وَ اِنا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت سیدہ ممدوحہ کی ولادت باسعادت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ...... کے ہاں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں حضرت میر صاحب، حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم .... زوجہ مطہرہ حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے بھائی تھے آپ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کے مبارک عقد میں آئیں۔ اور اپنی تیس سالہ رفاقت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کی براہ راست تربیت میں رہیں جہاں قرآنی علوم حاصل کئے اور پھرانوار قرآنی کو پھیلانے کی توفیق پائی۔

حضرت سیدہ موصوفہ نے ۱۹۴۲ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی جنرل سکرٹری کے طور پر ذمہ داری سنبھالی اور ۱۹۵۸ء تک سولہ سال خدمت کاموقعہ پایا اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۹۷ء تک ایک طویل عرصہ صدر لجنہ اماء اللہ کی حیثیت سے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ تقسیم برصغیر اور قادیان سے ہجرت کے بعد انتہائی مشکل دور میں بڑی محنت اور تندہی سے شہرو دیہات کے دورے کر کے لجنہ اماء اللہ کی تنظیموں کو مضبوط اور فعال بنایا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کی خلافت پر پچاس سال مکمل ہونے پر آپ نے لجنہ اماء اللہ کی طرف سے یورپ میں ڈنمارک اور ہالینڈ کے ممالک میں شکرانہ کے طور پر بیوت الذکر کی تعمیر کی پیشکش کی۔ اور پھر خالصتاً احمدی خواتین کی مالی قربانی سے تثلیث کے مراکز میں اللہ کے گھر تعمیر کروائے آپ نے مشرق بعید، یورپ اور امریکہ کے دورہ جات بھی کئے۔ مرکز میں جلسہ سالانہ اور اجتماعات لجنہ اماء اللہ کے مواقع پر اہم انتظامی فرائض تاریخ لجنہ اماء اللہ، لجنہ کے پچاس سال مکمل ہونے پر یادگار مجلّہ "الازھار لذوات الخمار، مشکوۃ المصابیح، دیگر کئی دینی کتب کی اشاعت اور ماہنامہ کی نگرانی آپ کی اہم خدمات ہیں۔ حضرت سیدہ ممدوحہ کی ایک بیٹی سیدہ امتہ المتین بیگم صاحبہ سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ (ابن حضرت میر محمد اسحٰق صاحب.....) کی اہلیہ ہیں

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اس عظیم جماعتی سانحہ پر اپنے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت سیدہ موصوفہ کے اعزّہ و اقرباء، خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور جملہ احباب جماعت سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ موصوفہ کو اعلیٰ علییّن میں اپنے خاص مقامِ قرب سے نوازے اور آئندہ نسلوں کو اس مبارک وجود کی حسین یادیں زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین!

امام الکلام

خدا تعالیٰ کی معرفت؟

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"............ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارہ میں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ وہ موجود ہے اور قدرت اور رحم اور علم اور حکمت وغیرہ تمام صفات اس میں پائے جاتے ہیں جو کامل ربوبیت اور جزا کے لئے ضروری ہیں اور نیز یہ کہ وہ ہمارا خالق ہے یا یہ کہ اس کا ہم پر فضل و احسان ہے۔ کیونکہ محبت پیدا ہونے کے لئے اس قدر معرفت کا پیدا ہونا ضروری ہے اگر کسی کا باپ یا ماں ہو اور وہ کسی جگہ رات کے وقت اپنے باپ یا ماں کو شناخت نہ کرے تو وہ اس کی وہ عزت نہیں کرے گا جو کرنی چاہئیے پس محبت اور ادب پیدا ہونے کے لئے معرفت ضروری ہے مگر اسی قدر جس کو محبت چاہتی ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں معرفت محبت پر مقدم ہے اور محبت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت سے پہلے اس کی معرفت ضروری ہے مگر اسی قدر معرفت جو محبت کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس معرفت کو اس جگہ کچھ تعلق نہیں جو ایک ڈاکٹر پیٹ چیر کر یا سر پھوڑ کر حاصل کرتا ہے بلکہ صرف اس قدر معرفت چاہئیے جو بیٹے کے لئے اپنے باپ کی شناخت کے لئے ضروری ہے اگر قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ اسی معرفت کو سکھاتا ہے جس سے محبت پیدا ہو اور عشق الٰہی دل میں جوش مارے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ایک شخص کو کسی پر عاشق بنانے کے لئے صرف اس قدر ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ وہ حسن میں یکتا ہے۔ وہ خوبصورتی میں بے نظیر ہے اس کی صورت میں ملاحت ہے اس کی آنکھیں دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس کے لب شیریں ہیں اور اس کی آواز دلکش ہے اور چہرہ اس کا چاند کی طرح چمکتا ہے اور وہ اپنے حسن اور خوبی اور ملاحت میں بے نظیر اور وحدہ لاشریک ہے یہ تو ضروری نہ ہو گا کہ آپ اس کی اندرونی بناوٹ اور معدہ اور تلی اور پھیپھڑہ اور گردوں وغیرہ کا کچھ ذکر کریں کہ یہ امور حسن سے بے تعلق ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزار ہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں۔........"

(روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱)

کلام الامام

ضرورتِ قرآن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... تفسیر کبیر جلد اول میں آیات الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"........ اس آیت میں دوسری کتب کی موجودگی میں قرآن کریم کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ غیر الہامی کتب کی موجودگی میں تو اس کی یہ ضرورت ہے کہ بغیر آسمانی ہدایت کے انسان ہدایت پا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آسمانی ہدایت کی ضرورت تھی جسے قرآن کریم نے پورا کیا اور الہامی کتب کی موجودگی میں اس کی یہ ضرورت ہے کہ (۱) اس سے پہلے سب ہدایت نامے نامکمل تھے یہ مکمل ہے (۲) ان میں خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور یہ سب خرابیوں سے محفوظ ہے (۳) وہ سب ہدایت نامے ایک ایک قوم اور مذہب کے لئے تھے اور یہ ہدایت نامہ سب قوموں کے لئے ہے اور سب قوموں کے بزرگوں کی عزت قائم کرنے اور سب ضائع شدہ ہدایتوں کو زندہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ (۴) ان کتب میں بوجہ اندرونی بیرونی نقائص کے وصال الٰہی پیدا کرنیکی خاصیت باقی نہ رہی تھی اب اس کے ذریعہ سے پھر انسان کو وصال الٰہی حاصل کرنے اور کلام الٰہی سے مشرف ہونے کا موقعہ دیا جائے گا۔......

اس چھوٹی سے آیت میں اس قدر وسیع مطالب کا بیان ہونا قرآن کریم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دوسری کتب قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا مضمون بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے بتائے ہوئے مطالب کی روشنی اور ہدایت میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن بطور مثال میں ان بے شمار مطالب سے جو ان کی کتب میں پائے جاتے ہیں ایک نکتہ براہ راست بھی ان کی طرف سے اس جگہ بیان کر دیتا ہوں۔ تا معلوم ہو کہ کس طرح انہوں نے اس آیت کے عمیق سمندر میں سے روحانیت کے موتی نکالے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر شے کی تکمیل کے لئے چار علل کی تکمیل ضروری ہوتی ہے یعنی (۱) اس کے بنانیوالا کامل ہو (۲) وہ جس مادہ سے بنائی جائے وہ اعلیٰ ہو (۳) اس کی شکل و صورت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو (۴) جو نتیجہ اس سے پیدا ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہو۔ گویا علت فاعلی علت مادی علت صوری اور علت غائی۔ ان چار علتوں کے کمال سے کوئی چیز مکمل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے قرآن میں ہی اس کے حق میں چاروں علتوں کے مکمل ہونے کا دعویٰ کیا ہے........"

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۹۶)

عشرہ وقف جدید اور انصار اللہ

تمام زعماء / زعمائے اعلیٰ اور ناظمین اضلاع سے گزارش ہے کہ وہ مورخہ ۲۶۔ نومبر تا ۵۔ دسمبر ۱۹۹۹ء عشرہ وقف جدید منائیں اور وصولی کے لئے عہدے داران جماعت سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

(قائد وقف جدید)

عربی منظوم کلام

اَللّٰہُ اَیَّدَنِیْ وَ صَافٰی رَحْمَۃً وَامَدَّنِیْ بِالنِّعَمِ وَالْاٰلَاءِ

اللہ نے میری تائید کی اور اپنی رحمت سے دوست بنایا ہے اور مجھے قسم قسم کی نعمتوں سے مدد دی ہے

اِنَّ الَّذِیْ اَرْوَی الْمُھَیمِنُ قَلْبَہٗ تَاْتِیْہِ اَفْوَاجٌ کَمِثْلِ ظِمَاءِ

وہ شخص جس کے دل کو خدائے نگہبان نے سیراب کر دیا ہو اس کے پاس فوجوں کی فوجیں پیاسوں کی طرح آتی ہیں

رَبُّ السَّمَاءِ یُعِزُّہٗ بِعِنَایَۃٍ تَعْنُوْلَہٗ اَعْنَاقُ اَھْلِ دَھَاءِ

آسمان کا رب اپنی عنایت سے اسے عزت دیتا ہے اور عقلمندوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک جاتی ہیں

اَلْاَرْضُ تُجْعَلُ مِثْلَ غِلْمَانٍ لَّہٗ تَاْتِیْ لَہُ الْاَفْلَاکُ کَالْخُدَمَاءِ

زمین اس کے لئے غلاموں کی طرح بنا دی جاتی ہے اور آسمان اس کے لئے خادموں کی طرح ہو جاتے ہیں

مَنْ ذَاالَّذِیْ یُخْزِیْ عَزِیْزَ جَنَابِہٖ اَلْاَرْضُ لَا تُفْنِیْ شُمُوْسَ سَمَاءِ

وہ کون ہے جو جناب الٰہی کے پیارے کو ذلیل کرے آسمان کے سورجوں کو زمین فنا نہیں کر سکتی

اَلْخَلْقُ دُوْدٌ کُلُّھُمْ اِلَّا الَّذِیْ زَکَّاہُ فَضْلُ اللّٰہِ مِنْ اَھْوَاءِ

خلقت ساری کی ساری کیڑے کی حیثیت رکھتی ہے سوائے اس شخص کے جسے اللہ کے فضل نے ہوا وہوس سے پاک کر دیا ہو

فَانْھَضْ لَہٗ اِنْ کُنْتَ تَعْرِفُ قَدْرَہٗ وَاسْبِقْ بِبَذْلِ النَّفْسِ وَالْاِعْدَاءِ

پس تو اس شخص کی خاطر اٹھ اگر تو اس کا مقام پہچانتا ہے اور نفس کو قربان کرنے اور دوڑانے میں سبقت لے جا

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۷-۲۷۸)

فارسی منظوم کلام

ہزار شکر کہ من رُوئے یارِ خود دیدم　　چشیدم آں ہمہ کاں لذّتِ بقا باشد

ہزار شکر کہ میں نے اپنے یار کا منہ دیکھ لیا اور وہ سب مزے چکھ لئے جن میں بقا کی لذت ہے

دماغ و کبر ہمہ منکران دیں شکنم　　من ایستادہ ام اینک دگر کجا باشد

میں منکران دین کے غرور تکبر کو توڑ رہاہوں لو میں تو یہ کھڑا ہوں۔ میرے مقابل پر کوئی دوسرا کہاں ہے؟

چو مہرِ انور و تاباں ہمے فشانم نور　　دگر کجا و چنیں قدرتے کرا باشد

میں روشن اور چمکدار سورج کی طرح نور پھیلا رہا ہوں اور کوئی کہاں ہے؟ اور ایسی قدرت کس میں ہے؟

ز کارہا کہ کنم و زنشاں کہ بنمایم　　عیاں شود کہ ہمہ کارم از خدا باشد

وہ جو میں کرتا ہوں اور ان نشانوں سے جو میں دکھاتا ہوں یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرا سارا کاروبار خدا کی طرف سے ہے

کنوں کہ در چمن من ہزار گل بشگفت　　گر از طلب بنشینی عجب خطا باشد

اب جبکہ میرے چمن میں ہزاروں پھول کھل چکے ہیں اگر تو طلب نہ کرے تو سخت غلطی ہو گی

تو عمر خواہ و صبوری کہ آں زماں آید　　کہ جلوۂ خورِ ما دافعِ العما باشد

تو عمر مانگ اور صبر طلب کر حتی کہ وہ وقت آ جائے کہ ہمارے سورج کی روشنی نابینائی کو دور کرنیوالی ہو جائے

گرہ زِ دل بکشا کار ما زِ ہوش نگر　　کہ عقل صاف دہندت چو دل صفا باشد

دل کی گرہ کھول دے اور ہمارے کام کو غور سے دیکھ کہ اگر تیرا دل صاف ہو گا تو تجھے مصفی عقل بھی مل جائیگی

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۳۰

نوادرات حدیث

از: مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم اے۔ ایم۔ لٹ۔ آکسن

طبقات رواۃ

بخاری کی درج ذیل حدیث پر سند اور متن کے لحاظ سے غور کریں۔ میں نے متن کو بڑی بریکٹ میں لکھا ہے۔ سند کے نیچے خط ڈال دیا ہے اور اس سند میں آنیوالے ہر راوی پر نمبر لگا دیئے ہیں

وَقَالَ الْبُخَارِی حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَاد عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

اس وقت صرف سند کے اعتبار سے ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں تا کہ "مشہور حدیث" جو اس مضمون کا اصل عنوان ہے، اس کی تعریف اچھی طرح سمجھی جا سکے۔

اس سند میں امام بخاری سمیت چھ راوی ہیں۔ گویا اس سند کی چھ کڑیاں ہیں۔ ہر کڑی پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ نمبر ایعنی اول السند پر صحابی ہیں (ابو ہریرہ)۔[1] دوسری کڑی میں تابعی ہیں یعنی اَعْرَجْ جن کا نام عبد الرحمن بن ہُرْمُزْ تھا۔ تیسری کڑی میں اَبُو الزِّنَادْ ہیں جن کا نام عبداللہ بن ذَکْوَان تھا۔ یہ ان تابعین میں سے ہیں جنہوں نے صرف ایک دو صحابہ کو دیکھا اور اکثر یہ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ چوتھی کڑی میں شعیب ابن ابی حمزہ ہیں اور تبع تابعین میں سے ہیں۔ پانچویں کڑی میں امام بخاری کے استاد (شیخ) اَبُو الْیَمَانْ حَکَمْ بن نَافِع ہیں۔ یہ تبع، تبع تابعین میں سے ہیں۔ گویا سند کی ہر کڑی میں مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے راوی حدیث بیان کرتے ہیں۔ صحابہ کے طبقہ سے بھی تابعین کے طبقہ سے بھی تبع تابعین کے طبقہ سے بھی اور اس طرح سند سے نیچے آتے جائیں۔[2]

حدیث مشہور اصطلاحی جب کسی حدیث کے بارہ میں یہ کہا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے۔ تو اسکے دو مفہوم ہوتے ہیں یعنی اصطلاحی طور پر مشہور اور غیر اصطلاحی طور پر مشہور۔

[1] یاد رکھنا چاہئے کہ سند اوپر یعنی صحابیؓ سے نیچے اترتی ہے اور اسی طرح شمار کی جاتی ہے۔

[2] سند کی مختلف کڑیوں میں راوی ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھ سکتے ہیں مثلاً دوسری کڑی میں صحابی، پہلی کڑی کے صحابی سے روایت کرسکتے ہیں۔ اس طرح ایک تابعی، دوسرے تابعی سے روایت کرسکتے ہیں۔

اصطلاحی معنوں میں مشہور حدیث کا تعلق اس نوع (Group) سے ہے جس سے متواتر، مستفیض، عزیز، غریب احادیث کا تعلق ہے۔

اس بات کی وضاحت اگست کے مضمون میں کر چکا ہوں۔ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایسی حدیث کو ہر طبقہ میں سے کم از کم تین راوی بیان کرتے ہوں۔ تاہم ان کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں کی تعداد کے برابر نہ ہو۔

اس بات کا اصولی طور پر امکان موجود ہے کہ ایک ہی سند میں ہر طبقہ میں تین راوی موجود ہوں۔ تاہم عملاً یہ بات محال نظر آتی ہے۔ جو صورت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مشہور حدیث کی مختلف اسناد پائی جاتی ہیں اور جب ان اسناد پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو وہاں یہ شرط پوری ہوتی نظر آتی ہے کہ اس کو ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے تین یا تین سے زائد راویوں کی روایت ان مختلف اسناد میں پائی جاتی ہے۔

حدیث مشہور (لغوی)

مشہور حدیث کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ لغوی معنوں میں مشہور ہو یعنی عام طور پر شہرت پا گئی ہو۔ یا کسی خاص طبقہ مثلاً فقہا، محدثین وغیرہ میں شہرت پا گئی ہو۔ ایسی شہرت پانے والی حدیث، ایسی بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا کوئی اصل نہ ہو۔ یعنی کوئی بات حدیث کے طور پر مشہور ہو گئی ہو لیکن اصل میں حدیث نہ ہو۔ اصطلاحی مشہور حدیث بھی عام طور پر شہرت پا سکتی ہے۔

کسی حدیث کی شہرت ایک اضافی امر ہے اور اس لحاظ سے اس کی کئی قسمیں بن جاتی ہیں (یہاں غیر اصطلاحی حدیث مشہور کی بات ہو رہی ہے) بعض احادیث محدثین میں شہرت پا گئی ہیں جیسے بخاری اور مسلم کی احادیث۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک رکوع کے بعد قیام فرماتے رہے اور "رعل" اور "ذکوان" قبائل (جنہوں نے ستر حفاظ قرآن صحابہ کو دھوکا سے بلا کر شہید کر دیا تھا) کے خلاف بد دعا کرتے رہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ متفق علیہ حدیث بیک وقت محدثین علماء اور عوام الناس میں شہرت پا گئی۔

آئمہ حدیث نے مشہور احادیث کو مختلف کتب میں جمع کیا ہے۔ بدرالدین زرکشی نے اَلتَّذْکِرَۃُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُشْتَھِرَۃِ میں اور جلال الدین سیوطی نے الدُّرَرُ الْمُنْتَثِرَۃُ فِی الاحادِیثِ الْمُشْتَھِرَۃِ میں بعض دوسرے آئمہ نے بھی مشہور احادیث کو جمع کیا ہے۔

نوٹ: درج ذیل احادیث میں سے اکثر مشہور ہیں اور امام سیوطیؒ کی مذکورہ کتاب میں سے لی گئی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارکہ کے بارہ میں فرمایا۔

- اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی۔ (ابن مسعودؓ ادب الاملاء از ابن السمعانی)

میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور بہترین تربیت فرمائی ایسی تربیت فرمائی جس سے بہتر ہو نہیں سکتی تھی۔

○ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔
(انس۔ جابر بن عبداللہ۔ ابن عمر۔ ابن مسعود وغیرہ من الصحابہ۔ ابن ماجہ بحوالہ سیوطی)
علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے

○ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ (ابو امامۃ ؓ۔ طبرانی)
مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

○ اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ۔
(ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر سے اور البزاز نے حضرت جریر ؓ بن عبداللہ اور ابو ہریرہ ؓ سے بیان کیا)
جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو اس کا اعزاز اکرام کیا کرو۔

○ اذا اَرَادَ اللّٰهُ نِفَاذَ قَضَاءِهٖ وَقَدَرِهٖ سَلَبَ ذَوِي الْعُقُوْلِ عُقُوْلَهُمْ حَتّٰى يَنْفُذَ فِيْهِمْ قَضَاءُهٗ وَقَدَرُهٗ۔ (ابن عباس ؓ۔ دیلمی)
جب اللہ تعالیٰ اپنی قضاء و قدر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو عقلمندوں کی عقلوں کو مار دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں اس کی قضاء و قدر نافذ ہو جاتی ہے۔

○ اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ۔ متفق علیہ معاویہ نسائی)
سفارش کر دیا کرو۔ تمہیں سفارش کا اجر مل جائے گا۔

○ اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ (انس ؓ۔ ترمذی۔ عمر بن عمیر الفہری)
پہلے گھٹنا باندھ پھر توکل کر۔

○ اَلْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ۔ (سہل بن سعد ؓ۔ بخاری)
عمل کیسے ہیں۔ برے یا اچھے ہیں اس بات کا اندازہ تو ان کے نتائج سے ہوتا ہے۔

○ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔ (ابن عمر ؓ۔ مسند احمد) رحم کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔

○ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ۔ (انس۔ کامل ابن عدی)
علم حاصل کرو۔ خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے۔

○ اِيَّاكَ وَالطَّمَعَ۔ (سعد بن ابی وقاص ؓ۔ حاکم) لالچ سے بچ۔

تبرکات

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت وسیرت کے تاثرات

حضرت مخدوم الملت مولانا عبدالکریم ....کی زبان سے

حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ...... (ایڈیٹر) کا مرتبہ مضمون بعنوان بالا نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے جو الحکم کے مسیح موعود نمبر جلد ۲۸ نمبر ۱۸۔۱۹ میں شائع کیا گیا۔ ادارہ انصار اللہ افادہ احباب کے لئے شائع کر رہا ہے۔ مضمون کے ابتداء میں حضرت عرفانی صاحب نے ایک جامع نوٹ دیا ہے آپ لکھتے ہیں:-

"حضرت مخدوم الملت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی .... کے تاثرات کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں رہ کر اور آپ کی پاک سیرت پر بصیرت افروز فکر کے بعد آپ کے قلب پر ہوئے۔ ....ان تاثرات کے پڑھنے سے انسانی قلب پر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کی بھی عجیب شان نظر آتی ہے۔ میں ان تاثرات کو اس لئے بھی شائع کر رہا ہوں کہ اس سے احباب کو اپنے سلسلہ کے ایک عظیم الشان اور رفیع المرتبت انسان کی یاد تازہ ہو۔ حضرت مولانا عبدالکریم ایک جلیل القدر (رفیق) تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو امام الصلوۃ اور خطیب مقرر فرمایا تھا وہ سلسلہ کا ایک غیور فرزند تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے عشق و محبت میں خمیر کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ آپ کا نام (.......) کالیڈر رکھا۔

خدانمائی کا وعدہ اور اس کا ایفاء

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب .... ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت اقدسؑ جن دنوں سیالکوٹ تشریف فرما تھے۔ ایک روز حسام الدین صاحب (مرحوم) کے مکان پر سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے۔ آپ ٹھہرے اور پیچھے مڑ کر مجھے کہا کہ مولوی صاحب میرے ساتھ چلو میں خدا دکھا دونگا یہ زبردست الفاظ اور وہ پاک صدا اب تک میرے کانوں میں گونجتی ہے۔ اور اب تک میرے دل میں اس کا گہرا اثر باقی ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے اس گھر میں کھڑا ہو کر شہادت دیتا ہوں کہ بے شک میں نے مرزا غلام احمد (خدا کی رحمتیں اور ملائکہ کا سلام اس پر ہو) کے ذریعہ خدا کو دیکھا۔ اور یقیناً خدا کو دیکھا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ....نے جس موقعہ کا ذکر فرمایا یہ ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ اس سال حضور نے امرت سر' لاہور' سیالکوٹ اور بعض دوسرے مقامات کا ایک سفر فرمایا تھا اور جس وقت

اس شہادت کا اظہار آپ نے کیا یہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے اور قادیان کی (البیت) اقصیٰ میں یہ شہادت حقہ آپ نے ادا کی۔

حضرت مخدوم الملت نے اسی سلسلہ میں ایک دوسرے موقعہ پر اپنی شہادت دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

میں وہی نسخہ اور اصول بتاتا ہوں جس نے مجھے شفا دی ہے میں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ مولانا مولوی نورالدین کے طفیل سے حدیث کا بھی شوق ہو گیا تھا۔ گھر میں صوفیوں کی کتابیں پڑھ لیا کرتا تھا مگر ان میں وہ روشنی وہ نور معرفت نہیں وہ ترقی اور بصیرت نہ تھی جواب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے چند پہلو

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بڑے غور سے ہمیشہ دیکھا ہے مجھے اس زمانہ میں ایک ہی شخص مستقیم ترازو اور پورے پیمانہ سے تولنے والا نظر آیا۔

میں اپنے امام ایدہ اللہ کو ایسا رحیم، کریم حلیم، عفو دوست پاتا ہوں۔ کہ اس کی نظیر نہیں پاتا۔ میں اکثر اپنے دل کی ملامت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس فکر میں گداز ہو جاتا ہوں اور جس قدر عزت اور تکریم ہماری ہمارا امام کرتا ہے اور جس رأفت اور رحمت اور محبت سے ہم سے سلوک کرتا ہے۔ ہم اس کے مقابلہ میں سراسر شرمندہ ہیں ہر بات میں اس کا ہاتھ اوپر پاتا ہوں۔ دل میں بڑی تڑپ لگی رہتی ہے کہ اس کے حسن اور احسان کے اندازہ پر استعداد و محبت پیدا ہو جائے مجھ پر تو اس کے خاص فضل اور احسان ہیں میں سخت کمزور ناقص جلد ابتلا میں پڑ جانے والا اور نادان تھا۔ بارہ برس سے (۱۸۸۸ء سے۔ عرفانی) اس تعلق کا اس پاک انسان کے حلم اور کرم سے ورنہ میں اپنی خو اور طبیعت کے لحاظ سے ایک لحظہ بھی کہیں بیٹھنے کے قابل نہ تھا۔ کردار میں، گفتار میں اور مختلف معاملات میں مجھ سے بڑی غلطیاں سرزد ہوئیں اگر میرا امام پردہ پوش اور نرم خو نہ ہوتا تو میں کب کا ہلاک ہو چکا تھا۔

اس کے اغماض و حلم نے ہماری زود رنج چڑ جانیوالی طبیعتوں کو کبھی موقع ہی نہ دیا کہ کوئی شکایت زبان پر لائیں۔ اس کے اکرام اور احترام نے جو اس نے ہر وقت اپنی حرکات و سکنات میں ہماری نسبت اختیار کیا ہمارے دلوں کو مسخر کر لیا۔ مبارک ہے وہ انسان جس نے ہمارے لئے ایسے انسان کو بھیجا۔

(۱۰ جون ۱۹۰۰)

حضرت مسیح موعودؑ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت مسیح موعودؑ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت تھی اس کا اندازہ ناممکن ہے لیکن کسی حد تک

اس جذبہ محبت کا اظہار آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

اسی جذبہ محبت کا اعتراف ایک اور مقام پر یوں فرمایا ؎

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

حضرت اقدس کے کلام اور آپ کی زندگی کے واقعات میں ایسی بہت سی باتیں ملتی ہیں جو حضور کی عشق و محبت کا ایک مرقع ہیں مگر میں یہاں ان اثرات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس خصوص میں حضرت مخدوم الملت کے تھے۔ فرمایا:۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اور یاد رکھو میں پورے شعور اور خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر قسم کھاتا ہوں بے وقوفوں اور سفلوں کی طرح نہیں کہ میں جو اس پاک انسان کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ ایک چیز ہے جس نے میری روح کو ذوق اور لذت سے معمور کر دیا ہے وہ بات یہی ہے کہ اس پاک یاد میں خدا تعالیٰ کے پاک دین اس کی سچی اور مہیمن کتاب اس کے کامل اور خاتم النبیین رسول کے لئے ایک بے نظیر غیرت پاتا ہوں۔ ہاں یہی عشق و محبت کی چنگاری ہے جس نے میرے سینہ کو منور کر دیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس دل میں اس نے کہاں تک ترقی کی ہے۔ مجھے بھی بہ حیثیت ایک....... محقق....... کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت اور سچا عشق ہے کلام مجید کے ساتھ ایک دلچسپی اور اس کے لئے میرے دل میں ایک خاص قدر ہے۔ اور نہایت غیرت ہے۔ مگر میں نے خوب اندازہ کر کے دیکھ لیا اور میں پوری بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک بھی دل نہیں جو ایسا سوز اور ایسا عشق رکھتا ہو جو میرے آقا میرے ہادی کے دل کو ہے۔ دین کی نصرت اعلاء کلمہ....... کے لئے وہ کیا۔ کیا بے آرامیاں سہتا اور دکھ اٹھاتا ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ کارنامہ

اس دن کی لذت اور ذوق سے میری روح آج تک بھری ہوئی ہے جبکہ حضرت امام علیہ الصلوۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نشہ میں سرشار ہو کر یہ کہا کہ آپ ہی ایک ایسے رسول ہیں جن کا کارنامہ ہم دنیا میں پاتے ہیں۔

میری روح اس بات کے تصور سے خوش ہوتی ہے کہ آج ساری دنیا میں سایہ اور ظل کے طور پر خلق عظیم ہمارے امام ایدہ اللہ کو دیا گیا ہے یہ زمانہ اس قسم کا علمی زمانہ ہے کہ اگر کوئی الماری کو چلاوے یا چوہے اور گلہری کو سانپ بنا دے تو تھوڑی دیر کے لئے لوگ حیران تو ہو جائیں گے مگر خدا کی عظمت و جلال اور گناہ اور ناپاکی سے نفرت پیدا نہ ہو گی۔ خدا تعالیٰ نے جیسا کہ ابتداء میں قرآن کریم کا علمی اعجاز تجویز فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں جبکہ شکوک کی کثرت ہو گئی۔ اور خدا پرستی اٹھ گئی۔ ایسا ہی تقاضا کیا ہے کہ قرآن کریم کے رنگ میں قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کیا جاوے۔ چنانچہ

یہ معجزہ امام کے کلام قلم اور دوات میں رکھا ہے۔ یہ خدمت جو امام الزمان سے ہو رہی ہے وہی حاجت ہے جو قرآن کریم نے کی۔ جیسے قرآن کی دوری غیر منقطع ہے اسی طرح سلطان القلم کے قلم کی مزدوری غیر منقطع ہے۔ اسی طرح سلطان القلم کے قلم کی مزدوری غیرفانی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کا کیسا احسان ہے کہ جہاں قلم کا نشان دیا۔ اس کے ساتھ ہی اخلاق فاضلہ کا نشان عطا فرمایا تا کہ ظل اصل کے تابع ثابت ہو جاوے براہین احمدیہ میں یہ الہام پچیس برس سے درج ہے۔ انك لعلىٰ خلقٍ عظيم۔ (مارچ ۱۹۰۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان

"میں ایک شخص ہوں جو خدا کے لئے اور خدا میں ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ میں محض راستی کی محبت اور ابتغاءِ وجہ اللہ کی غرض سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور میری روح مجھے یقین دلاتی ہے کہ میں اس دعویٰ میں علی وجہ البصیرت صادق ہوں اگر مجھے بیت اللہ میں ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو کھڑے ہو کر خدائے عرش عظیم کی پرہیبت قسم دلائی جائے تو بھی میں بلند آواز سے کہوں گا کہ میں نے دس برس کے رات دن کے تجربہ اور مشاہدہ اور گہری اندرونی اور بیرونی واقفیت سے حضرت مرزا صاحب کو ایسا ہی اور اسی طرح صادق اور منجانب اللہ پایا ہے جس طرح اور جس تجربہ سے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور رسول اللہ پایا اور سمجھا اور پھر استقامت میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا۔ شروع دعویٰ میں کوئی نشان نہ تھا۔ کوئی حیرت میں ڈالنے والی تعلیم نہ تھی اور عقل و فطرت کو سجدہ میں گرا دینے والی قرآن عظیم کی کوئی پر وضاحت سورۃ نازل ہو چکی اور پڑھی جا چکی نہ تھی جب راہ میں سن کر امام الصادقین و المصدقین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کو اٹھا اور اس راز کی کلید بجز اس کے کیا ہے کہ ابو بکر صدیق کو رات دن کی صحبت کے سبب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادا صدق و حق کی سمجھ میں آگئی تھی اسی طرح میں کہوں گا کہ میں نے خلا میں ملا گفتار میں کردار میں تحریر میں تقریر میں۔ غرض ہر حال میں دس برس کے دراز اور گہرے تجربہ سے حضرت مرزا صاحب کو صادق اور مستحق ان دعووں کا پایا جو وہ کرتے ہیں۔ اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ ہر بات کو میں خدا کے لئے سنتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے نکتہ چینوں کے اعتراض میں غور کرتا ہوں۔ اور کوئی تعصب مجھے مجبور نہیں کرتا کہ میں باہر کی آوازوں کی طرف سے کان بہرے کر دوں۔ مگر افسوس ہر ایک مستعجل معترض میں عادت صریح ظلم پا کر یقین اور بصیرت میں کل یوم ھو فی شان نمایاں ترقی کرتا ہوں۔ کہ لاریب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی وہی مسیح اور مہدی ہیں جو خدا تعالیٰ کے کل راستبازوں کی زبان پر اور آخری نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر موعود ہوئے ہیں۔

(۱۲۴ کتوبر ۱۹۰۰ء)

سیرت مسیح موعودؑ سے کچھ اور باتیں

میں بڑے فخر سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ اس پاک زندگی کا نمونہ ہم میں ہمارے امام ہمام علیہ السلام ہیں۔

یہ ہے ثبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا۔ آپ کے اتباع کی زندہ برکتیں ہر زمانہ میں موجود رہتی ہیں۔ میں اس وقت ایک نازک مقام پر کھڑا ہوں۔ اگر میں بایں حالت خدا کے گھر میں خدا کی کتاب ہاتھ میں لے کر خدا کے مسیح موعود کے حضور جھوٹ بولتا ہوں۔ تو پھر مجھ سے بڑھ کر لعنتی نہیں ہو سکتا۔ میں راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں کہ میں کہہ سکتا ہوں مجھے اس دعویٰ کا فخر حاصل ہے۔ اور میرے دوست جانتے ہیں ...... کہ یہ بجا فخر ہے کہ مجھے حضرت امام کی اندرونی زندگی سے زیادہ واقف ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے آپ کی صداقت پر بڑا بھاری یقین دلایا ہے۔ میں نے آپ کے ہر معاملہ میں وہ استقامت' کوہ وقاری متانت اور سکینت' جمعیت اور طمانیت دیکھی ہے جو صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی۔

ہتھکڑیوں کی دھمکی قتل کے منصوبے۔ قتل عمد کے جھوٹے مقدمے۔ کفر کے فتوے ناپاک اور خطرناک گالیوں کے اشتہار اور خطوط آئے۔ جن کو دیکھ اور سن کر انسان کا دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اور ایسی ایسی ناسزا باتیں پیش آئیں جو بڑے بڑے متین آدمی کو بھی حیران کر دیتی ہیں۔ مگر کبھی دیکھا نہیں گیا کہ حضرت اقدس نے پیشانی پر بل ڈال کر اس اثناء میں کسی کی طرف دیکھا ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بسا اوقات بعض مکدر امور کی وجہ سے اداس ہوا ہوں۔ مگر حضرت کے پاک اور بشاش چہرے کو دیکھ کر طبیعت ایسی سرور اور مشرح ہو گئی ہے۔ گویا بڑے عظیم الشان خوش بخش نظارہ کو دیکھا ہے۔

غرض یہ پاک انسان گھر میں بیٹھا ہے جب بھی خوش۔ اور دوستوں کے درمیان ہے تو خوش و خرم۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ مکان کی تلاشی دلا رہا ہے تو خوش و خرم اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ خلاف عادت فطرت منجانب اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی تو کہاں سے آئی۔

تم دیکھو گے کہ جب یہ خدا کا مامور راہ چلتا ہے تو کس طرح پر متانت کے ساتھ نظر پر پشت پاداختہ گویا وقار اور متانت کا ایک پہاڑ ہے۔ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ کہ سگ فطرت آدمی کبھی جمعیت کے ساتھ ایک رخ کو جاتا ہے۔ مگر حضرت اقدس ہیں کبھی دائیں بائیں نہیں دیکھتے یہ قوت قلب اور سکینت بتاتی ہے کہ ایک معشوق ذوالجلال ایسا سامنے ہے کہ نگاہ اس سے ہٹتی ہی نہیں۔" (۱۷۔ ستمبر ۱۹۰۰ء)

سیرت طیبہ

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ اور صبرو استقامت

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو　　رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تحریر: مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

ماموریں الٰہی دنیا کے حقیقی خیرخواہ اور سچے ہمدرد ہوتے ہیں۔ وہ امن و آشتی اور محبت اور ہمدردی کا پیغام دیتے ہیں مگر دنیا پرست ان کی مخالفت و مزاحمت کرتے ہیں۔ اس طرح ماموریں اور ان کے متبعین طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ آزمائش ایک لازمی امر ہے چنانچہ قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ (۱)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہو گا اور چھوڑ دئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔

اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں اہل ایمان صحابہ کرامؓ طرح طرح کی آزمائشوں اور امتحانوں سے گزرے اور صبرو استقامت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا تو وہ اس دنیا میں بھی انعامات کے وارث ٹھہرے۔

آج کے اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے وہی تاریخ دہرائی گئی۔ آپ نے صبرو استقامت کا نمونہ دکھایا اور یہی تعلیم اپنی جماعت کو دی اور فرمادیا کہ اسی کے نتیجہ میں آسمانی تائیدات کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو۔ جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا۔ اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور ان پر مصائب کے زلزلے

آئیں گے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے" (۲)

پھر فرمایا

"دیکھو! آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں۔ اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں۔ اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں۔ اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔" (۳)

نیز فرمایا:

"ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تاکہ آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جائے۔" (۴)

مخالفت اور عناد و فساد پر صبر و استقامت میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نمونہ تھا آپ لوگوں کی مخالفت۔ دشمنی اور بدگوئی کے مقابلہ میں آپ عزم و ہمت کا عظیم پہاڑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا وسعت حوصلہ اور قوت برداشت سے نوازا تھا آپ فرماتے ہیں۔

"لوگوں کی گالیوں سے ہمارا نفس جوش میں نہیں آتا" (۵)

"میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا .... بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی سے گندی گالیاں دیتا رہے۔ آخر میں وہی شرمندہ ہوگا۔ اور اُسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔" (۶)

حضرت اقدس ؑ کے ان فرمودات کا عملی ثبوت بھی آپ کی سیرت طیبہ سے بکثرت نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

- ایک دفعہ ایک مولوی قادیان آیا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے بحث کرنے لگ گیا۔ حضور اُسے جواب دیتے رہے۔ کہ وہ جلد عاجز آگیا۔ اور خاموش ہوگیا۔ اس پر حضرت صاحب نے اُس سے پوچھا۔ کیا سمجھ گئے ہیں۔ اس نے کہا جی میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ دجال ہیں۔ دجال کی صفت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ دوسروں کا منہ بند کردے گا۔ وہ قادیان سے چلا گیا اور امرتسر جا کر اُس نے ایک اشتہار شائع کروایا۔ اس میں یہ واقعہ درج کیا اور لکھا کہ میں نے یہ الفاظ ان کے منہ پر کہے۔ لیکن جب اندر تشریف لے گئے۔ تو میں نے ایک رقعہ بھیجا کہ ضرورت مند ہوں۔ کچھ سلوک میرے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اس رقعہ کے ملتے ہی آپ نے فوراً پندرہ روپے بھیج دیئے۔ آپ سخی بہت ہیں۔ اور

آپ کے منہ پر بھی سخت لفظ کہا جائے تو رنج نہیں کرتے۔ حضرت صاحب نے خود اس آخری امر کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا۔ اس مولوی کے اشتہار سے اس پندرہ روپے دینے کا پتہ لگا۔" (۷)

○ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی........ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ اور اپنے تیئں جہاں گرد اور سرد و گرم۔ زمانہ دیدہ و چشیدہ ظاہر کرتا تھا بیت الذکر میں آیا۔ اور حضور سے آپ کے دعویٰ کی نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا۔ اور تھوڑی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ اور میں نے ایسے مکار اور بہت سے دیکھے ہیں۔ اور میں ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ بڑے سکون سے سنتے رہے اور پھر بڑی نرمی سے اس کو جواب دیا۔" (۸)

○ ۲۹ جنوری ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے کہ حضور کی مجلس میں ایک گالیاں دینے والے اخبار کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا۔

"صبر کرنا چاہئیے۔ ان گالیوں سے کیا ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لوگ آپ کی مذمت کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو نعوذ باللہ مذمم کہا کرتے تھے۔ تو آپ ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کی مذمت کیا کروں۔ میرا نام تو اللہ تعالیٰ نے محمدؐ رکھا ہے۔" (۹)

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابل پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابل گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں۔ مگر چاہئیے کہ وہ خاموش رہیں۔ اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔"

حضرت اقدس کا اسوہ تقویٰ اور صبر کا ہی تھا۔ چنانچہ

ایک دفعہ قادیان میں ایک نہایت شوخ زبان مولوی لکھنؤ سے آیا اور اپنی شیخی مارنے لگا۔ کہ میں ایک جماعت کا نمائندہ ہوں۔ اور تحقیقات کے لئے آیا ہوں۔ لیکن گفتگو میں اس کا لہجہ نہایت گستاخانہ اور شوخ تھا۔ حضرت صاحب نے اپنے دعویٰ کے متعلق پر از معارف و حقائق تقریر فرمائی۔ وہ شخص بجائے اس کے کہ آپ دلائل پر توجہ کرتا تقریر کے درمیان میں ہی نہایت اہانت آمیز الفاظ میں بول اٹھا کہ پنجابی ہونے کی وجہ سے آپ تو بعض حروف کے تلفظ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ آپ مہدی کیسے ہو سکتے ہیں۔

مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے اس کی اس بیہودہ گوئی پر اُسے کہا کہ آپ ذرا تہذیب سے کلام کریں۔ اتفاق سے وہاں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو اس مولوی کی بدتمیزی پر سخت غصہ آیا۔ اور اس جوش میں اس کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت اقدس نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو سمجھا کر ٹھنڈا کیا۔ لیکن اس مولوی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ حسب معمول اس کی خاطر تواضع ہوتی رہی۔" (۱۰)

○ ایسا ہی حضرت اقدس کے حسن داخلاق کا ایک اور واقعہ ہے:

"ایک دفعہ ایک شخص قادیان آیا اور مہمان خانہ میں ٹھہرا۔ اُسے عبادت اور زہد پر بڑا ناز تھا۔ اور الہام کا مدعی بھی تھا۔ اتفاق سے اس کا لوٹا گم ہو گیا۔ ظہر کے وقت حضرت اقدس بیت الذکر میں تشریف لائے۔ تو اس نے شکایت کی کہ میرا لوٹا گم ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے ایک دوست کو حکم دیا کہ مہتمم خانہ کو کہدیں کہ فوراً ایک نیا لوٹا انہیں خرید کر دے دو"۔ لیکن نہ معلوم اس خشک مزاج زاہد کو کس قدر غصہ چڑھا ہوا تھا۔ کہ اس سے اس کی تسلی نہ ہوئی اور وہ آپ کے ساتھ گستاخانہ کلام کرتا رہا۔ آپ بالکل خاموش رہے۔ بایں ہمہ وہ مبدم تیز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دشنام دہی پر اُتر آیا۔ حضرت صاحب بڑے اطمینان سے بیٹھے سن رہے تھے۔ جب وہ دم لینے کو چپ ہو جاتا۔ تو آپ جواب میں فرماتے۔ "مجھے بڑا افسوس ہے کہ مہمان خانہ کے ملازموں کی غفلت سے آپ کا لوٹا گم ہو گیا۔ جس کی آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ ابھی آپ کو نیا لوٹا مل جاتا ہے۔

لیکن وہ بد اخلاق شخص پھر وہی بد زبانی شروع کر دیتا۔ آپ اسیطرح نہایت اطمینان اور سکون سے اس کی گالیاں سنتے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ نماز نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔ لیکن فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد حضرت اقدس جو اندر تشریف لے جانے لگے تو اس شخص نے پیچھے سے آپ کا کوٹ پکڑ لیا۔ آپ نے منہ پھیر کر دیکھا۔ تو اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ "سن! مجھے خدا نے بتایا ہے کہ تو بہت جلد طاعون سے ہلاک ہو جائیگا۔ حضرت اقدس نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا۔ اور خاموشی سے اندر تشریف لے گئے۔ اس آدمی کو نیا لوٹا خرید کر دیا گیا۔ اور وہ قادیان سے چلا گیا۔ لیکن خدا کی شان وہ اپنے گاؤں میں جو ضلع فیروز پور میں تھا پہنچتے ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔" (۱۱)

○ قادیان میں محمد عبداللہ نامی ایک شخص ہوئے تھے۔ جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ اور جوش اور غصہ میں بسا اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا تھا۔ اور حضور کو گالیاں دیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے۔ "اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔" حضورؑ نے بے ساختہ فرمایا۔

"نہیں نہیں ایسا نہیں چاہیئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے" (۱۲)

ایک دفعہ فرمایا:۔

"اگر کوئی ہمیں گالیاں دیتا ہو۔ تب بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اس کے رسول کو ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیا جوش ہوتا ہے۔ مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے۔ جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو۔ یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تم کو گویا غضب کے قویٰ ہی نہیں دیئے گئے۔" (۱۳)

○ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ بیت اقصیٰ میں لیکچر دے رہے تھے۔ کہ دو سکھ وہاں آگئے۔ انہوں نے حضور کی تقریر میں مداخلت شروع کر دی۔ اندھا سکھ بولا بھائیو۔ پیارو۔ مترو۔ میری ایک عرض وا۔ اس کا انداز یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ تقریر میں رخنہ ڈالکر اپنے مذہب کے متعلق کچھ پرچار کرنا چاہتا تھا۔ جس پر قریب کے لوگوں نے اُسے روک دیا کہ بولو نہیں۔ وعظ ہو رہا ہے۔ دو منٹ کے بعد پھر اُس اندھے سکھ نے پہلے کی طرح کہا۔ پھر لوگوں نے اُسے روک دیا۔ اس پر نوجوان سکھ نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس وقت پولیس کا انتظام تھا۔ اور محمد بخش تھانیدار بھی آیا ہوا تھا۔ لوگوں نے تھانیدار سے کہا۔ دو سکھ بیت الذکر میں گالیاں دے رہے ہیں۔ تھانیدار اس وقت مرزا نظام الدین کے دیوان خانے میں کھڑا تھا۔ اور سپاہی اس کے ساتھ تھے۔ وہ گئے اور ان سکھوں کو پکڑ کر دیوان خانہ میں لے گئے۔ حضرت صاحب کی تقریر ختم کرنے کے دو گھنٹے بعد کسی شخص نے آکر بتایا کہ تھانیدار نے ان سکھوں کو مارا ہے۔ حضرت صاحب نے اسی وقت فرمایا:

"تھانیدار سے کہو ان کو چھوڑ دے"

اس پر تھانیدار نے ان سکھوں کو چھوڑ دیا۔ (۱۴)

○ غالباً ۱۹۰۴ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور آئے اور میاں معراج دین صاحب کے مکان پر اُترے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک مولوی تانگے پر سوار ہو کر اس کی طرف آیا۔ اور حضور کو گالیاں دینی شروع کیں۔ بالآخر جب اس طرح گالیوں کو کارگر نہ دیکھا تو ٹانگے سے اتر کر سڑک پر جو ایک درخت تھا اس پر چڑھ گیا اور حضور کو گالیاں دینی شروع کیں۔ بعض آدمی اس کی گالیوں کو سن کر جوش میں آنے لگے تو حضور نے فرمایا۔

"جو کچھ کہتا ہے اسے کہنے دو اور کوئی جواب نہ دو" (۱۵)

○ جو لوگ براہ راست گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نہیں نکال سکتے تھے وہ خطوط کا سہارا لیتے۔ ۱۹۰۱ء میں ایک عیسائی منشی عبدالحق قادیان حق کی تلاش میں آئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ سے کئی بار ملے۔ اور مختلف مسائل پر گفتگو کی۔

اور بتایا کہ میں نے جب قادیان آنے کا ارادہ کیا تو ایک عیسائی سے ذکر کیا تو اُس نے آپ کو گالی دی۔ حضور نے سنکر فرمایا:

"گالیاں دیتے ہیں۔ اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جنکا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیجتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ اور خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے۔ ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا۔ میں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔" (۱۶)

اور یہ بیرنگ اور گالیوں سے پر خط اسقدر بڑی تعداد میں آتے تھے کہ ایک دفعہ فرمایا:

"ان کا وزن چار من ہو گیا ہے۔" (۱۷)

دوستو! ایک طرف نفرت، بغض، عناد کا یہ عالم تھا۔ اور دوسری طرف صبر، حوصلے، اور ہمدردی اور خیر خواہی کا بحر بیکراں۔ فرماتے ہیں۔

"ہم تیار ہیں کہ ہمارے ساتھ صلح کرلیں۔ میرے پاس ایک تھیلا گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے۔ ایک نیا کاغذ آیا تھا۔ وہ بھی آج میں نے اس میں داخل کر دیا ہے۔ مگر ان سب کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے۔ مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں۔ اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ جیسا کہ ایک حکیم تریاق کا پیالہ مریض کو دیتا ہے۔ کہ وہ شفا پاوے۔ مگر مریض غصے میں آکر اس پیالہ کو توڑ دیتا ہے۔ تو حکیم اسپر افسوس کرتا ہے۔ اور رحم کرتا ہے ہمارے قلم سے مخالف کے حق میں جو کچھ الفاظ سخت نکلتے ہیں وہ محض نیک نیتی سے نکلتے ہیں۔ جیسے ماں بچے کو کبھی سخت الفاظ بولتی ہے۔ مگر اس کا دل درد سے بھرا ہوتا ہے۔" (۱۸)

○ ایک دفعہ آپ نے نئے بیعت کرنیوالوں کو ان الفاظ میں نصیحت کی۔

"......... اب یہاں سے جاکر تم کو بہت کچھ سننا پڑے گا۔ لوگ کیا کیا باتیں بنائیں گے کہ تم نے ایک مجذوم، کافر دجال وغیرہ کی بیعت کی۔ اب کینے والوں کے سامنے جوش ہرگز مت دکھانا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے صبر کے واسطے مامور کئے گئے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ تم ان کے لئے دعا کرو۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے۔" (۱۹)

ایسا حوصلہ اور تحمل رکھنے والوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق شاندار کامیابیوں اور عظیم الشان کامرانیوں سے نوازا۔

○ "ایک دفعہ ایک عرب قادیان تشریف لائے۔ لیکن تھے بہت تیز۔ آتے ہی حضرت اقدس کو کذاب۔ اور کافر جو دل چاہا کہہ ڈالا۔ خود حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ میرے دل میں یہ بات پڑی کہ اس گالی دینے والے کو پوری طرح دعوت الی اللہ کرنی چاہئے۔ اور اس کی گالیوں سے گھبرانا نہ چاہئے۔ چنانچہ میں برابر گالیاں کھاتا گیا۔ اور "دعوت الی اللہ" کرتا گیا یہاں تک کہ خدا نے ایسا فضل کیا کہ تین روز کے اندر اس نے بیعت کرلی۔" (۲۰)

○ ۱۸۹۱ء میں حضورؑ لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ اپنے جانثاروں اور فدائیوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں برہمو سماج کے ایک لیڈر اور اہم سرکاری افسر بابو موزمدار بھی موجود تھے۔ اور حضور سے بعض سوالوں کے جواب حاصل کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور حضور کو نہایت گندی گالیاں دینی شروع کر دیں۔ مگر حضور اپنی پگڑی کا شملہ منہ میں رکھے کمال سکون اور اطمینان سے اس طرح خاموش تھے کہ گویا آپ کچھ سن ہی نہیں رہے۔ اور حضور کے چہرے پر غصہ اور نفرت کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ جانثاروں کا دل چاہتا تھا کہ ایسے گستاخ کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیں۔ مگر اپنے آقا کے ادب اور اس کے اسوۂ کو دیکھ کر اپنے دلوں میں اُٹھنے والوں طوفان پر قابو پائے رہے۔ برہمو لیڈر نے بھی اس شخص کو روکنا چاہا۔ مگر حضورؑ نے فرمایا: "اُسے کچھ نہ کہیں۔ جو یہ کہتا ہے اُسے کہنے دیجئے" اور اس شخص سے کہا "کچھ اور بھی کہنا ہو تو کہہ لو"۔ وہ شخص دریدہ دہنی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ خود ہی تھک کر خاموش ہو گیا۔ اور اُٹھ کر چلا گیا۔" (۲۱)

ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کے محبوب پیشوا و راہنما اس کے جانثاروں اور فدائیوں کے سامنے بلاجواز زبان طعن دراز کرنا اور اس کے جواب میں مکمل سکوت کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں تھا جو دلوں کو تسخیر اور فتح نہ کرتا۔ چنانچہ برہمو سماج کے لیڈر بابو موزمدار نے اس واقعہ کو ایک خاص پس منظر میں دیکھا۔ اور بے اختیار بول اُٹھے۔

"ہم نے مسیح کی بردباری اور حلم کے متعلق بہت کچھ سنا اور پڑھا تھا۔ مگر یہ سب باتیں کہانیاں معلوم ہوتی تھیں۔ مگر آج یہ کمال ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ ناممکن ہے کہ ایسا شخص کامیاب نہ ہو۔"

پھر حضورؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے۔" (۲۲)

ایک عیسائی مصنف مسٹر والٹر نے بھی حضور کے اِس اخلاقی معجزہ کو حیرت سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مرزا صاحب کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفوں کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذاء رسانی کے مقابلہ میں دکھائی۔ یقیناً بہت قابل تعریف ہے۔" (۲۳)

یہ ایک عجیب مقابلہ تھا اور ہے۔ کہ ایک طرف نہایت رذیل اور ذلیل، گھٹیا اور بازاری زبان کا استعمال اور دوسری طرف صبر و تحمل، بردباری، عفو و درگذر، شفقت و پیار، رحم و ایثار کا ہمالہ۔

گالیاں دینے والے مٹ گئے۔ دشنام دہی سے کام لینے والے ختم ہو گئے۔ گندہ ذہن اور دریدہ دہنی کے مرتکب

خاک میں مل گئے مگر گالیاں برداشت کرنے والے آسمان روحانیت کے ستارے بن گئے۔ خدا نے انہیں آسمان پر بھی عزت دی اور زمین میں بھی ان کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ اس کی تعریف و توصیف کرنیوالے مغرب و مشرق سے اکٹھے کر دیئے۔ یہ سب کچھ نتیجہ تھا۔ گالیاں سنکر دعا دینے کا۔ اور دکھ سہہ کر آرام پہنچانیکا۔ اسی لئے حضور اپنی پیاری جماعت کو نصیحتاً لِلّٰہ فرماتے ہیں:۔

> "جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھکر تو شاخ نہیں ہوتی۔ تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے۔ ان کی گالیاں' ان کی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے۔ اگر میں خدا تعالیٰ کیطرف سے نہ ہوتا۔ تو بے شک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے معمور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پرواہ کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے۔ ان کو یا مجھے۔ ان کی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ (اب دو کروڑ ناقل) سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی۔" (۲۴)

یہ حقیقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے نمایاں ہے کہ آپ نے ہر لحظہ یہی پاک نمونہ پیش فرمایا کہ

؎ کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
؎ گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
(۲۵)

اور اپنی جماعت کو یہی سبق دیا۔

؎ اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو — وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشک تتار
؎ گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو — کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو — شدت گرمی کا ہے محتاج باران بہار
(۲۶)

حوالہ جات:۔

(۱) سورۃ العنکبوت آیت: ۳ (۲) رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۹ (۳) کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۔۱۴ (۴) نسیم دعوت روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۴۔۳۶۵ (۵) ملفوظات جلد اول (جدید ایڈیشن) صفحہ ۶ (۶) ملفوظات جلد اول (جدید ایڈیشن) صفحہ ۳۰۲ (۷) (رفقاء) احمد جلد ۴ صفحہ ۱۳۸۔ از ملک صلاح الدین صاحب (۸) سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۴۱۔ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب...... (۹) حیات احمد حصہ سوم صفحہ ۱۲۴ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب...... (۱۰) سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۵۲ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب......
(باقی صفحہ ۳۹ پر)

○

یاالٰہی قرار آ جائے
مجھ پہ اب تجھ کو پیار آ جائے

میں الجھتا ہوں یونہی تاروں سے
ایسے کیسے قرار آ جائے

زرد رُو ہے خزاں بہت امسال
اب کے شاید بہار آ جائے

دردِ پیہم خمار بن جائے
بھاگ بھاگا خمار آ جائے

آسماں پر ہوئی تو ہے ہلچل
شاید اب میرا یار آ جائے

منتظر ہوں کھڑا ہوا طاؔہر
کس گھڑی اس کو پیار آ جائے

طاؔہر عارف

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت یا دعویٰ مسیحیت؟

بہائیوں کے ماہنامہ "نفحات" کی موشگافیوں کا جواب

تحریر: مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

بہائی مسلک کے ماہوار رسالہ "نفحات" مئی ۱۹۹۹ء میں متعدد امور خلاف حقیقت بیان کئے گئے ہیں جن کی اصل حقیقت سے قارئین کو روشناس کرانا ضروری ہے۔ مذکورہ مضمون میں ان تین امور کا بطور خاص ذکر ہے:

۱۔ بہاء اللہ "مدعی مسیحت" ہیں

۲۔ بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت سے انکار

۳۔ سچے مدعی کے ظہور کا پہلے اور جھوٹے کا بعد میں ہونا۔

تفصیل میں جانے سے قبل اس امر کا اظہار ضروری ہے۔ کہ بہائی قلمکاروں کے اس طریقہ "واردات" کا ذکر آ جائے۔ کہ وہ اکثر و بیشتر معین حوالہ جات پیش کرنے سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ مثلاً معین طور پر کتاب کے نام کا ذکر نہیں کرتے۔ مجبوراً کر دیں تو کتاب کی جلد اور صفحہ کا ذکر مفقود ہوگا۔ اور اگر جلد اور صفحہ کا ذکر کر ہی دیں۔ تو ایڈیشن کا ذکر نہیں۔ تا کہ دو ایڈیشنوں میں کیا گیا رد و بدل سامنے نہ آ جائے۔ اگر کسی حوالہ کی عبارت درج کریں۔ تو بعض حصے عمداً درج نہیں کرتے یا عبارت کو آگے پیچھے کر دیں گے۔ بعض الفاظ یا فقرات نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اور عبارت کے سیاق و سباق کے اندراج کا کبھی اہتمام نہیں کرتے۔ ذیل میں قارئین کو رسالہ نفحات کے ایک ہی شمارہ میں ان مذکورہ باتوں کے شواہد سامنے آ جائینگے کہ بہائی قلمکار خواہ اپنی کتابوں سے حوالہ جات پیش کریں۔ یا دوسروں کی کتابوں سے مواد سامنے لائیں طریقہ واردات ایک ہی جیسا ہے۔ اور "مجبوری" تو ظاہر ہی ہے

چند تجزیہ طلب امور ۱۔ بہاء اللہ کے بارے میں رسالہ نفحات نے کوشش کی ہے۔ کہ انہیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی ذات کے حوالہ سے مدعی مسیحیت ثابت کریں۔ نفحات کی اس کوشش کا ذکر کرنے سے قبل یہ وضاحت طلب کرنا ضروری ہے کہ:-

۱۔ کیا بہاء اللہ کا اپنا اقرار مدعی مسیحیت ہونے کا موجود ہے۔؟

۲۔ بہاء اللہ کی کتب والواح میں سے صرف "الاقدس" زیادہ معتبر اور شریعت بہائیہ کی جامع اور قرآن کریم کی ناسخ (بقول بہائیت) بتائی جاتی ہے۔ کیا "الاقدس" میں بہاء اللہ نے مدعی مسیحیت ہونے کا اظہار کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو اس

دعویٰ کو سامنے لائے بغیر بہاء اللہ کو مدعی مسیحیت ثابت کرنا "مریداں مے پرانند" کے مترادف ہوگا۔

۳۔ "الاقدس" کتاب جو سب سے معتبر قرار دی جاتی ہے۔ وہ بھی ثقاہت کے مسلمہ معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اس لئے اس کی عبارتوں کی صداقت پھر بھی محل نظر ہی متصور ہوگی۔

۴۔ "الاقدس" کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ۱۸۷۳ء میں وجود پذیر ہوئی۔ اس کے بعد بہاء اللہ اپنی اس "شریعت" کو اپنی زندگی میں منظر عام پر نہیں لائے۔ بہاء اللہ کی وفات ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ قریباً ۲۰ سال کا یہ عرصہ بہاء اللہ نے "الاقدس" کو کیوں چھپائے رکھا۔؟

۵۔ یہی ۲۰ سال کا عرصہ ایک اور پہلو سے ۱۲۰ سال تک ممتد ہے۔ کیونکہ ۱۸۷۳ء میں جو کتاب وجود میں آئی وہ ۱۹۹۲ء میں پہلی دفعہ سامنے لائی جا رہی ہے یعنی ۱۲۰ سال بعد۔ اب ۱۸۷۳ء سے لیکر ۱۹۹۲ء تک اندر ہی اندر یہ کتاب کن مراحل سے گذرتی رہی۔ کون اس کی گارنٹی دے سکتا ہے۔ اور آخر کس ثبوت یا شہادت کے تحت اسے من و عن قبول کیا جا سکتا ہے؟

خلاصہ یہ کہ اگر "الاقدس" سے بہاء اللہ کے دعویٰ مسیحیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی بھی جائیگی تو اس کی ثقاہت صحت، اور اصلیت کا ثبوت کس طرح ممکن ہوگا۔ اور یہی بنیادی وجہ ہے۔ کہ بہاء اللہ کو مدعی مسیحیت ثابت کرنے کے لئے پوری ڈیڑھ صدی سے کوششیں جاری ہیں۔ مگر کبھی بہاء اللہ کے اپنے دعویٰ مسیحیت کو سامنے نہیں لایا گیا۔ حالانکہ عقل و انصاف کا طریق یہ تھا۔ کہ پہلے بہاء اللہ کی بنیادی کتاب "الاقدس" سے ان کے اپنے الفاظ میں ان کا دعویٰ مسیحیت سامنے لایا جاتا۔ پھر بے شک "مریداں مے پرانند" کا کردار بھی ادا کیا جاتا۔

"دعویٰ مسیحیت" کا پس منظر

بہائی رسالہ نفحات نے بہاء اللہ کے دعویٰ مسیحیت کے حق میں حضرت بانی جماعت احمدیہ ؑ کے ساتھ ایک شخص مرزا محمود زرقانی ایرانی کی سلسلہ جنبانی کا ذکر کیا ہے۔ جس کو "نفحات" کے بیان کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب "لیکچر لاہور" کے ٹائٹل پیج پر درج کرکے بہاء اللہ کو گویا مدعی مسیحیت اور مرزا محمود ایرانی کو مدعی مسیحیت کا پیروکار لکھا ہے۔ رسالہ نفحات اس کے حوالہ سے احمدیوں کو تلقین کرتا ہے۔ کہ جب حضرت مرزا صاحب نے بہاء اللہ کو مسیحیت کا مدعی تسلیم کرلیا۔ تو احمدیوں کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اپنی علیحدہ رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔

تحریر بانی سلسلہ احمدیہ ؑ کی حقیقت قارئین کرام! رسالہ نفحات کا "معروف" طریقہ واردات ملاحظہ فرمائیں

الف۔ رسالہ نفحات کو حضرت مرزا صاحب کے مضمون مندرجہ "لیکچر لاہور" کو من و عن نقل کرنے میں کیا روک

تھی۔ تاکہ قارئین کو اصل حقیقت کا علم ہو جاتا۔

ب۔ کم از کم وہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر کا معین فقرہ ہی سامنے لاتے جس سے بہاء اللہ کے دعویٰ مسیحیت کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ لیکن مجبوری وہی "واردات" والی ہے۔ کہ سچ اور اصل حوالہ پیش کرنے سے بہاء اللہ کی مسیحیت خطرہ میں پڑ جائیگی۔

ج۔ حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ مرزا محمود ایرانی نے حضرت مرزا صاحب کو اپنے تعارف میں ایک "مدعی مسیحیت" کا پیروکار ہونا ظاہر کیا۔ اب یہ تو ظاہر ہے۔ کہ محمود ایرانی کسی کو مدعی مسیحیت مانیں یا مدعی الوہیت مانیں۔ یہ ان کی ذاتی صوابدید کا معاملہ ہے اور جو تعارف مرزا محمود ایرانی نے ظاہر کیا۔ یہ خود ان کا اپنا اقرار ہے نہ کہ حضرت مرزا صاحب کا فتویٰ یا فیصلہ۔ بس اتنی سی بات پر رسالہ نفحات احمدیوں کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ جب مرزا صاحب نے بہاء اللہ کو "مدعی مسیحیت" تسلیم کر لیا۔ تو احمدیوں کو بھی یہ تسلیم کر لینا چاہئے۔ یہ گویا نفحات کی عقل و سمجھ کا ہی شاہکار ہے!

د۔ قارئین کرام! مضمون کے شروع میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے۔ کہ بہائی قلمکار حوالہ جات پیش کرنے میں کیا کیا طریقہ ہائے واردات استعمال کرتے ہیں۔ اب نفحات کی حضرت مرزا صاحب کی تحریر "لیکچر لاہور" سے پیش کرتے وقت "ہوشیاری" ملاحظہ ہو۔ کہ معروف صحافتی دیانت کو یکسر نظرانداز کر کے حضرت مرزا صاحب کی اصل عبارت کو کیوں پیش نہیں کر رہے۔

حضرت مرزا صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب "لیکچر لاہور" کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

> "آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں۔ دعویٰ کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے خواہشمند ہیں........" (لیکچر لاہور ٹائٹل پیج روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۴۶)

رسالہ نفحات نے یہ عبارت عمداً اصل الفاظ میں درج کرنے کی بجائے محض اپنی مرضی کا نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب گویا بہاء اللہ کو "مدعی مسیحیت" تسلیم کر رہے ہیں۔ حالانکہ:۔

- اس عبارت میں مدعی مسیحیت کے طور پر بہاء اللہ کا ذکر ہی موجود نہیں۔
- پھر حضرت مرزا صاحب کے الفاظ "دعویٰ کرتے ہیں" سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مرزا محمود ایرانی کے اظہار کو ہی حضرت مرزا صاحب دہرا رہے ہیں۔ نہ کہ اپنا اقرار پیش کر رہے ہیں۔
- رسالہ نفحات نے "دعویٰ کرتے ہیں" کے الفاظ ہضم کرنے کے لئے سارا کھیل کھیلا ہے۔ اگر اصل الفاظ حضرت مرزا صاحب کے نقل کرتے۔ تو بہاء اللہ کے مدعی مسیحیت "بنانے" کا کھیل نہیں کھیلا جا سکتا تھا حضرت مرزا صاحب نے اس عبارت میں ہرگز بہاء اللہ کو مدعی مسیحیت قرار نہیں دیا۔ بلکہ مرزا محمود ایرانی کے الفاظ کو ہی دہرایا ہے۔ اور

ساتھ یہ الفاظ زائد تحریر کئے ہیں۔ کہ "مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں دعویٰ کرتے ہیں" پس یہ دعویٰ مسیحیت کے مدعی کے حامی ہونے کا مرزا محمود ایرانی کا ہے۔ مگر نفحات اصل الفاظ تو گول کر گیا۔ اور نتیجہ اپنی مرضی کا نکالا۔ کہ دیکھو مرزا صاحب نے بھی بہاء اللہ کو "مدعی مسیحیت" قرار دے دیا۔ یہ کتنی دیدہ دلیری ہے۔

رسالہ نفحات کو اتنی سمجھ تو ہونی چاہیئے۔ کہ بہاء اللہ کو "مدعی مسیحیت" اس طرح کی "ہوشیاریوں" سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک ان کے اپنے اقرار کا کتاب "الاقدس" سے ثبوت پیش نہیں کیا جاتا۔ بہاء اللہ کی دیگر "الواح" کا خود بہائیوں کو بھی احاطہ نہیں۔ کہ کتنی ہیں کہاں "نازل" ہوئیں۔ کب "نازل" ہوئیں۔ کوئی دلیل اور ثبوت نہیں اس لئے الواح کسی لحاظ سے بھی قابل اعتبار نہیں۔ البتہ "الاقدس" الواح کی نسبت سے بہائیوں میں زیادہ وقعت رکھنے والی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے کم از کم "الاقدس" سے دعویٰ مسیحیت پیش کریں۔ پھر دلائل کی باری آئیگی۔

بہائی حضرات کی اصل مجبوری یہ ہے۔ کہ بہاء اللہ کسی طرح "مدعی مسیحیت" مان لئے جائیں۔ تو ان کا اپنے دعویٰ کے بعد لمبی زندگی پانا ان کی سچائی کی دلیل بن جائیگی۔ ورنہ "دعویٰ الوہیت" کے ساتھ لمبی زندگی پانا انہیں سچا نہیں ٹھہراتا۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

"دعویٰ الوہیت" سے انکار کا موقف

رسالہ نفحات نے مئی ۹۹ء کے شمارہ میں جناب شیخ عبدالماجد لاہور کے بعض مدلل حوالہ جات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ نفحات اپنا موقف پیش کرتے وقت جناب شیخ صاحب کے بیان کردہ امور تک محدود رہ کر معقول دفاع کرتا۔ لیکن شیخ صاحب کے دلائل کو توڑنے کی بجائے بعض غیر متعلق حوالہ جات سامنے لائے گئے ہیں۔ تاکہ شیخ صاحب کے دلائل کا اثر زائل کر سکیں۔ اسی غیر متعلق کوشش میں نفحات نے جہاں بہاء اللہ کے "دعویٰ الوہیت" کی تردید کرنا چاہی وہاں بہاء اللہ کے دعویٰ کے بعد لمبی عمر پانے کے معاملہ کو بھی گھسیٹ لائے ہیں۔ اس صورت حال کے باعث ذیل میں بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت اور لمبی عمر پانے کے معاملے پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

"دعویٰ الوہیت" اور لمبی عمر پانا

نفحات نے بہاء اللہ کی طرف سے "لوح تجلیات" کے حوالہ سے حسب ذیل عبارت اس غرض سے درج کی ہے۔ کہ اس میں بہاء اللہ خود اپنے دعویٰ الوہیت کے الزام کی گویا صاف تردید کر رہے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

"........ بعض کہتے ہیں کہ یہ شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ اس نے خدا پر بہتان باندھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ شخص فساد پھیلانے کے لئے ظاہر ہوا ہے۔ سو ان کے لئے ہلاکت ہے اور وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں کچھ شک نہیں کہ وہ وہموں کے غلام ہیں۔"

قارئین کرام! اس حوالہ پر علمی تبصرہ سے قبل بہائی طریقہ "واردات" ملاحظہ ہو۔ جس کا شروع مضمون میں ذکر کیا گیا تھا۔

(الف) بہائیت کی بنیادی کتاب "الاقدس" سے الوہیت کی تردید میں حوالہ کیوں نہیں ملا۔

(ب) اگر الاقدس تردید الوہیت کے بارہ میں خاموش ہے۔ تو کسی "لوح" کی کیا حیثیت اور اوقات ہے۔ کہ الوہیت جیسے اہم معاملہ کی تردید کر سکے۔

(ج) "لوح تجلیات" کس زمانہ میں لکھی گئی "الاقدس" سے قبل یا بعد؟ الوہیت کے دعویٰ اور مواد سے تو "الاقدس" لبالب بھری ہوئی ہے۔ لوح تجلیات اس کے سامنے بے حیثیت ہے۔ الوہیت کو "الاقدس" ثابت کرے مگر اس کی تردید میں لوح کا سہارا ڈھونڈنا! فالعجب

(د) "لوح تجلیات" کے صفحہ وغیرہ کا حوالہ نہیں دیا۔ آپ ساری کتاب کی چھان بین کریں تو حوالہ ڈھونڈیں!

(ھ) نفحات نے جو عبارت "لوح تجلیات" کے حوالہ سے پیش کی ہے۔ اس کے شروع میں "..... (واوین) دی ہیں۔ تا کہ "حوالہ" ظاہر ہو۔ لیکن اختتام پر واوین نہیں دیں۔ کہ حوالہ کہاں ختم ہو رہا ہے۔ یہ تو عام سی واردات ہے۔

علمی تبصرہ:۔ اب اس حوالہ پر علمی پہلو سے تبصرہ ملاحظہ ہو۔ لیکن قارئین سے درخواست ہے۔ کہ حوالہ مندرجہ بالا کے الفاظ دوبارہ پڑھ کر سامنے لائیں۔ اور انصاف سے بتائیں۔ کہ ان پیش کردہ الفاظ میں بہاء اللہ نے کہاں دعویٰ "الوہیت" سے انکار کیا ہے؟ اور کیا بہاء اللہ کی طرف منسوب ان الفاظ سے "الوہیت" جیسے اہم مضمون یا الزام کی تردید ہو جاتی ہے۔ بہاء اللہ یہ تو نہیں کہتے۔ کہ میں نے "الوہیت" کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ اور یہ کہنے اور الوہیت سے صاف انکار کرنے کی بجائے الزام لگانے والوں کے بارے میں اتنا کہا۔ کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں۔ حقیقی خدا کی رحمت سے یا "مدعی الوہیت بہاء اللہ" کی رحمت سے دور ہیں؟ آخر بہاء اللہ کو دوٹوک الفاظ میں ساری زندگی اس اظہار کی کیوں توفیق نصیب نہ ہوئی۔ کہ "الزام" لگانے والوں کے منہ بند کرنے کے لئے "دعویٰ الوہیت" سے دوٹوک انکار کرتے۔ کہ میں نے کبھی بھی کہیں بھی اور کسی بھی رنگ میں اپنی "الوہیت" کا اظہار یا اقرار نہیں کیا۔ اس پر ساری بات ختم ہو جاتی۔ لیکن "الاقدس" کو یکسر نظرانداز کر کے کسی "لوح" کی آڑ لینا۔ اور وہ بھی انتہائی ناقص نامکمل انداز اور الفاظ کی پناہ لینا معاملہ کو مزید مشکوک بناتا ہے۔

باقی رہا الزام لگانے والوں کو رحمت سے دور قرار دینا اور ان کی ہلاکت کا ڈراوا دینا یہ ایسا امر ہے۔ جس پر حسب ذیل الزام پڑھ کر پھر نفحات کو زبان کھولنی چاہئے تھی۔ جو اسی "لوح تجلیات" میں درج ہے الوہیت کے "الزام" کی عبارت ملاحظہ ہو جو بہاء اللہ کے متعلق ہے:۔

"وہ ایسا ہے جو ہر شان میں کہے گا بے شک میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں ہر

شیئ کا پروردگار ہوں اور میرے سوا ہر چیز میری مخلوق ہے۔ اے میری مخلوق میری ہی عبادت کر"

○ رسالہ نفحات کے مضمون نگار وضاحت فرمائیں۔ کہ کیا بہاء اللہ پر اس سے زیادہ قطعی حتمی اور واضح الفاظ میں کہیں اور بھی الوہیت کا "الزام" لگا ہے؟

○ کیا ایسا الزام لگانے والے کو بہائی حضرات بہاء اللہ کی بد دعا کا مستحق تسلیم کرتے ہیں۔ کہ "ان کے لئے ہلاکت ہے اور وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ وہموں کے غلام ہیں"

○ آج اس الزام تراشی پر ڈیڑھ صدی گزر گئی۔ بہاء اللہ کی بد دعا نے الزام لگانے والے پر کیا اثر دکھایا۔

○ بہاء اللہ نے اپنی زندگی میں ایسی الزام تراشی کا خود کیوں منہ توڑ جواب نہ دیا۔

○ بہائی حضرات کیوں ڈیڑھ صدی سے اس الزام کی تردید اور تغلیط پر منقار زیر پر ہیں۔

○ بہائی حضرات کس حکمت اور مصلحت کے تابع اس "الزام" کو اپنے لٹریچر میں سجائے بیٹھے ہیں۔

○ رسالہ نفحات کو اگر توفیق ہو۔ تو لوح تجلیات کی تردید والی عبارت اور مندرجہ بالا "الزام" کی عبارتوں میں باہم موازنہ کریں۔ کہ کس تحریر کا پلڑا بھاری ہے۔

○ رسالہ نفحات سے زیادہ اس وقت کسے علم ہو گا کہ یہ عبارت کسی مخالف کی نہیں۔ کسی کم علم اور بے حیثیت انسان کی نہیں۔ کسی بے تعلق انسان کی بھی نہیں۔ اور بہاء اللہ کو ہی سب سے بڑھ کر اپنی اس مدح پر خوشی تھی۔ اور بہاء اللہ کے جملہ دعاوی الوہیت اسی عبارت سے زندگی بھر پھوٹتے رہے۔ اور کبھی اس کی وضاحت تردید یا تصحیح کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اب ڈیڑھ صدی کے بعد نفحات کو کیا سوجھی ہے کہ بہاء اللہ کے "مقام الوہیت" کی تردید کے لئے لب کشائی کی اور وہ بھی "لوح تجلیات" کی ناقص نامکمل مبہم عبارت کے ذریعہ۔ اور پھر الزام جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی اور اہل علم احباب پر کہ بہاء اللہ بیچارے نے تو دعویٰ الوہیت نہیں کیا۔ یہ احمدی حضرات ان پہ الزام تراشی کرتے ہیں جبکہ "لوح تجلیات" میں ہی الوہیت کا اگر الزام ہے۔ تو لگانے والے علی محمد باب۔ قبول کرنے والے خود بہاء اللہ اور نفحات بلاوجہ اس پہ سیخ پا ہو رہا ہے۔

○ قارئین کرام مذکورہ عبارت علی محمد باب کی کتاب "البیان" میں بہاء اللہ کے ظہور سے پہلے کی موجود چلی آتی ہے۔ اور خود بہاء اللہ اور جملہ بہائی حضرات اس عبارت کے ایک ایک لفظ کا بہاء اللہ کو مصداق مانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نفحات کا بہاء اللہ بیچارے کو الوہیت کی بلندی سے اتار کر فرش پر لا پھینکنا اس ایمان کے صریحا منافی ہے۔ جو بہائی حضرات اور نفحات کے مضمون نگار کو بہاء اللہ کی ذات پر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہاء اللہ کی بد دعائیں مندرجہ لوح تجلیات کا "نشانہ" بن جائیں کہ یہ لوگ بہاء اللہ کی الوہیت سے کھیل رہے ہیں۔

"ان کے لئے ہلاکت ہے اور وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں کچھ شک نہیں کہ وہ وہموں کے غلام ہیں"

نفحات اور بہائیوں کو چاہیئے کہ جس مضمون کو باب نے بیان کیا۔ جس مضمون کو بہاء اللہ نے زندگی بھر اپنے دعاوی کی بنیاد بنائے رکھا۔ اس کو بلا حیل و حجت قبول کریں۔ ہرگز اس کی کوئی تاویل یا توجیہہ نہ کریں۔ اور اگر بہاء اللہ کی الوہیت کو آج کے دور میں ماننا اور منوانا انہیں مشکل محسوس ہوتا ہے تو الواح سے جان چھڑائیں اور بہائیت سے قطع تعلق کرلیں۔ کیونکہ بہائیوں کی سادگی ہے کہ انہوں نے الواح کی حقیقت پر بھی غور نہیں کیا۔ اگر باب اور بہاء اللہ کے انداز بیان کو سامنے رکھ کر بھی غور کریں تو ان پر عیاں ہو گا۔ کہ یہ دونوں اول تا آخر باہمی مشورہ سے ڈرامہ کرتے رہے اور دن رات "الواح" نازل کر کے عوام کی عقیدت لوٹتے رہے

باقی رہا نفحات کا بہاء اللہ کی لمبی عمر پانے کو سچائی کی دلیل ٹھہرانا۔ سو اس بارے میں پہلے قرآنی اصول سامنے رکھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ایسے مفتری علی اللہ شخص کے بارے میں جو جھوٹی باتیں وضع کر کے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام و وحی قرار دے کر دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ یہ حتمی بات ہے کہ اس کو لمبی مہلت بعد دعویٰ نہیں ملا کرتی۔ ورنہ عوام الناس کو گمراہ کر کے ان کے ایمان و اعتقاد کو برباد کرے گا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بعد دعویٰ ۲۳ سال کامیاب اور فاتحانہ زندگی ملی۔ اس لئے بطور سچے مدعی کے ۲۳ سال تک زندہ رہنا گویا ایک معیار ہے جو امت مسلمہ میں تسلیم کیا گیا۔

- لیکن اگر کوئی شخص اپنی الوہیت کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔ تو چونکہ ہزاروں دلیلوں اور لاکھوں جتنوں کے باوجود وہ انسانیت کے دائرے سے باہر نکل کر الوہیت کے دائرہ میں قدم نہیں رکھ سکتا اور نہ دنیا کو اپنی خدائی منوا سکتا ہے اس لئے ایسے شخص کی ہلاکت اور ناکامی و نامرادی کے لئے کوئی چھوٹی بڑی میعاد یا مہلت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ جتنا لمبا عرصہ بعد دعویٰ جیئے گا۔ اتنا دنیا اس پہ ذلتوں کی مار اور بے بسی و بیچارگی کے روپ مشاہدہ کرتی رہے گی۔ للہذا دعویٰ نبوت اور دعویٰ الوہیت کے درمیاں یہ حد بندی ہے۔ کہ کوئی نبوت کا جعلی چوغہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کو لمبی مہلت (۲۳ سال کی) نہیں مل سکتی۔ اور الوہیت کا دعوی ہو تو تمام تر حیلوں بہانوں کے باوجود انسان کو عاجزی اور بے بسی کا منہ ہی دیکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کی ہلاکت کی اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی میعاد نہیں۔ اور نہ ہی وہ لمبا عرصہ دنیا کو اپنی الوہیت کے دام تزویر میں رکھ سکتا ہے
- اب رہا بہاء اللہ کا معاملہ کہ انہیں دعویٰ کے بعد لمبی مہلت ملنے کے پس پردہ کیا وجہ کارفرما تھی۔ تو یہ بالکل واضح ہے کہ وہ "مدعی الوہیت" تھے۔ اس لئے لمبی مہلت پائی۔ صحیح نتیجہ تک پہنچنے سے قبل نفحات سے گذارش ہے کہ علی محمد باب کے بارے میں اپنا عندیہ بھی ظاہر کریں کہ بعد دعویٰ چھ سال مہلت ملی۔........... اور بہائیوں کے نزدیک ان کا دعویٰ بھی الوہیت کی بجائے بابیت اور مہدیت کا تھا۔ کیا وہ اپنے دعویٰ میں اہل بہائیت کے نزدیک جھوٹے تھے۔ اس لئے لمبی مہلت نہ پائی بظاہر بات درست بھی یہی ہے۔ نفحات کو باب کے انجام پر بھی قلمی طاقت دکھانی چاہیئے۔

○ بہاء اللہ کے مقام الوہیت کے بارے میں خود علی محمد باب کی عبارت درج کی جا چکی ہے۔ اس عبارت کو جب تک بہاء اللہ کے الفاظ میں غلط ثابت نہ کریں۔ نفحات کو بہاء اللہ کے "دعویٰ الوہیت" پر ہرگز شک نہیں کرنا چاہئے۔ نیز یہ کہ بہاء اللہ کو اپنی ساری عقیدت اور ایمانداری کے باوجود مقام "الوہیت" سے گرانے کی آپ لوگوں نے نیت باندھ رکھی ہے۔ تو پھر بہاء اللہ کی مسیحیت کی دلیل خود ان کی زبان و تحریر سے سامنے لائیں خود مسیحیت کی چادر انہیں نہ اوڑھائیں۔ اور نہ الوہیت کا چوغہ ان سے چھینیں۔

○ قدرت ایزدی سے بہاء اللہ نے "دعوی الوہیت" کے پیش نظر لمبی مہلت بھی پائی مگر لمبی مہلت ان کی جیلوں پابندیوں اور ذلتوں میں گذری۔ اتنی بے بسی او بیچارگی کہ دعویٰ الوہیت اور جیل کی قید اور اس حالت میں نعرہ یہ کہ لا الٰہ انا المسجون الفرید" (کتاب مبین از بہاء اللہ صفحہ ۲۸۶)

بہائیوں بیچاروں کو کیسا الٰہ نصیب ہوا۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں جکڑا ہوا قیدی اور پھر بھی دعویٰ الوہیت اور بلاشبہ "الفرید" بھی ہے۔ یعنی منفرد ایسا کہ کوئی خدا آج تک دنیا میں بے بس۔ قیدی اور جیلوں میں جکڑا ہوا متعارف نہیں ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہو گا۔ کیا اب بھی نفحات کو بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت میں کوئی شک ہے۔ اور دلائل کو توچھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہی ہے کہ بلاشبہ بہاء اللہ مدعی الوہیت تھے۔ قدرت نے لمبی مہلت اس لئے دی کہ ان کی زندگی بے بسی، بیچارگی اور عبرت کا موجب ٹھہرے۔ نفحات کا یہ رول کہ مسیحیت کو الوہیت کے ساتھ بالواسطہ نتھی کرے جو عیسائی دنیا کی ہمدردیوں کے حصول کی سعی ہے جہاں الوہیت اور مسیحیت کو باہم ضم کر رکھا ہے۔

سچے مدعی کے ظہور کا پہلے اور جھوٹے کا بعد میں ہونا

نفحات کے مذکورہ شمارہ میں اس مضمون کو چھیڑنے کے لئے ایک روایت کا سہارا لیا گیا ہے۔ اور عادتاً وہی ساری شکلیں طریقہ واردات کی اپنائی گئی ہیں۔

روایت یہ بنائی گئی ہے۔ کہ مصطفیٰ رومی کوئی بہائی مبلغ تھے۔ جب حضرت مرزا صاحب کی کتاب "چشمہ معرفت" کے صفحہ ۳۰۱ کی عبارت رومی صاحب کے سامنے آئی۔ "تو انہوں نے مرزا صاحب کو یاد دلایا کہ سچا مدعی پہلے آ چکا ہے۔ اور جو معیار آپ نے بتایا ہے۔ اس کے مطابق باب و بہاء اللہ سچے مدعی ٹھہرتے ہیں۔ مرزا صاحب تو خاموش رہے۔ احمدی حضرات کے پاس جواب نہ تھا۔ چنانچہ شیعہ کتابوں سے اعتراضات نقل کرتے ہوئے خلیفہ ثانی اور دیگر احمدیوں نے الزامات لگانے شروع کر دیئے کہ بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت کا ہے اور اس کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں۔ حالانکہ جب مرزا صاحب خاموش رہے تھے تو احمدیوں کو بھی خاموش ہی رہنا چاہئے تھا۔"

○ معزز قارئین! پہلے نفحات کا طریقہ "واردات" ملاحظہ ہو:۔

(الف) قریباً ایک صدی پہلے کی بات کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ روایت کہاں سے لی۔ کس اخبار یا کتاب میں درج ہے؟ اس کا ذکر نہ کرنے میں کیا حکمت یا معقولیت ہے؟

(ب) اتنا لمبا عرصہ اگر احمدی خاموش تھے۔ تو نفحات کا خود بات چھیڑنا اور پھر نصیحت خاموش رہنے کی کرنا! کیسی عقل ہے؟

(ج) نفحات خود ہی بات چھیڑنے پہ اگر مجبور تھا تو دیانت داری سے بھی دست برداری پہ کیوں مجبور ہوئے۔ "چشمہ معرفت" صفحہ ۳۰۱ سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اس میں صریحاً اور افسوسناک جعلسازی کا ارتکاب کیا ہے۔ عبارت کا نصف آخر پہلے درج کر کے پہلے نصف کو آخر پہ درج کیا ہے اور اس طرح پوری عبارت کو الٹ پلٹ کیا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا باضمیر انسان بہائیت سے باہر مل سکے گا جو اتنی واضح اور دیدہ دلیری کے ساتھ عبارت کو بدل دے اور کیا شریعت اسلامیہ کو منسوخ کر کے بہائیت کی آغوش میں سچائی کے انداز اور معیار یہی ہیں۔؟

○ اب ایک اور پہلو سے نفحات کی اس روایت کا جائزہ لیتے ہیں۔ کہ بہائی مبلغ مصطفیٰ رومی نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کی عبارت مندرجہ صفحہ ۳۰۱ کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کے سامنے سوال اٹھایا اور آپ خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔

(الف) حضرت مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت پہلی مرتبہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں مقامی پریس میں طبع ہوئی۔

(ب) حضرت مرزا صاحب کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں وصال ہوا۔ گویا کتاب کی طباعت کے گیارہ دن بعد۔

(ج) ان گیارہ دن کے اندر اندر یہ کتاب قادیان سے لاہور پہنچی اور سیدھی گویا مصطفیٰ رومی کے ہاتھ لگی اور رومی صاحب نے اتنی گہری دلچسپی لی کہ فوری مطالعہ شروع کر دیا۔ اور کتاب کے تین صد صفحات پر پہنچ گئے۔ اور صفحہ ۳۰۱ کی عبارت پکڑلی اور پھر لاہور میں حضرت مرزا صاحب کے پاس حاضر بھی ہو گئے۔ اور سوال کرنے کا فوری موقعہ بھی مل گیا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے سوال سن کر کوئی جواب نہ دیا!

(د) شق "ج" کے تحت اگر ساری باتوں کو امر محال کے طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ (جو بظاہر ممکن نہیں) تو اس سے بہائیت کا کیا کمال دکھانا مقصود ہے؟ اور بہائیت کی سچائی میں کیا مدد مل سکتی ہے۔

(ھ) حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب چشمہ معرفت کی عبارت صفحہ ۳۰۱ میں اس امر کا ذکر فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب سچا مدعی پہلے آ جائے تو اس کے بعد جھوٹے مدعیوں کو بھی دعاوی کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس کی مثال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے دی۔ کہ آپؐ پہلے ظہور فرما ہوئے اور جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور ابن صیاد وغیرہ بعد میں کھڑے ہوئے

(و) مصطفیٰ رومی بہائی مبلغ نے بقول نفحات حضرت مرزا صاحب کے سامنے یہ سوال اٹھایا۔ کہ آپ کے پیش کردہ اصول کے مطابق آپ نے بعد میں دعویٰ کیا۔ اور باب و بہاء اللہ نے پہلے دعویٰ کیا۔ اس لئے وہ سچے ٹھہرتے ہیں۔

اس پر حضرت مرزا صاحب خاموش ہو گئے۔

قارئین کرام اگرچہ بہائی مبلغ کی روایت محل نظر ہے۔ بفرض محال یہ واقعہ ہوا ہو تو بھی حضرت مرزا صاحب کے خاموش رہنے کی متعدد وجوہ ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

(الف) عین اس وقت جبکہ بہائی مبلغ نے سوال اٹھایا۔ تفصیلا جواب دینے کا وقت نہ تھا۔ لہٰذا ادھوری بات نہ چھیڑی

(ب) حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے آخری ایام تھے اور آپ ایک ضروری کتاب "پیغام صلح" کی تصنیف میں انتہائی مصروف تھے۔ آخری دو تین دن میں یہ کتاب مکمل فرمائی۔ اس لئے کسی اور طرف توجہ نہ دی۔

(ج) عین ممکن ہے کہ بہائی مبلغ کا اعتراض سن کر قرآنی ارشاد کے مد نظر حضرت مرزا صاحب نے ایسے جاہلانہ سوال پر خاموشی کو ترجیح دی ہو۔

(د) شق "ج" کے تحت جو وجہ تحریر کی گئی ہے۔ وہ زیادہ قرین قیاس اس لئے ہے۔ کہ بہائی مبلغ بیچارے کو اپنے گھر کی خبر تک نہیں تبھی حضرت مرزا صاحب پہ اعتراض اٹھایا۔

قارئین کرام! بہائی مبلغ اور نفحات کے علم کے لئے تحریر ہے۔ کہ بہائی مبلغ کو اعتراض کرنے سے قبل اگر اپنے گھر کی طرف نگاہ ہوتی۔ تو یہ سوال ہرگز نہ اٹھایا جاتا۔

- کیا بہائی مبلغ کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ اس سوال کی زد پہلے خود بہاء اللہ پر پڑتی ہے جس نے باب کے بعد دعویٰ کیا۔ بہائی مبلغ نے دونوں کو بیک وقت سچا کیسے قرار دے دیا۔
- باب کے دعویٰ کے ۱۹ سال بعد بہاء اللہ کو دعویٰ کا خیال آیا۔ "قرن بدیع" کے مطابق دونوں میں ۱۹ سال کا فاصلہ لازمی ہے (صفحہ ٦٠)
- دونوں میں باہم رابطے اور تعلقات قریبی تھے۔ اس لئے باب کا اثر بہاء اللہ پر پڑنا زیادہ یقینی تھا۔
- دونوں کا حملہ اسلام پر تھا۔ اس لئے بھی باب کے بعد بہاء اللہ متاثر تھے۔ اور سوچ میں اتحاد تھا۔
- بہاء اللہ کی باری بعد میں آئی۔ اور ان سے پہلے چار پانچ اور مدعی بھی ہوئے۔ یہ سب باب کے بعد مدعی بنے۔ اگر بہائی مبلغ کو اتنی بھی خبر نہ تھی۔ تو اس سے گریز ہی موزوں تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے ایسے "صاحب علم" مبلغ کو منہ لگانا مناسب نہ جانا۔ اور یہی صحیح فیصلہ تھا۔
- اگر بہائی مبلغ رومی صاحب بیچارے اپنے مسلک کے بارہ میں اتنے کورے تھے۔ تو نفحات ان کی نمائندگی میں وضاحت کرے کہ باب کے دعویٰ کے بعد دوسرے مدعیان بشمول بہاء اللہ کی کیا حیثیت ہو گی اور ان میں اور مسیلمہ کذاب اسود عنسی وغیرہ میں کیا فرق ہو گا اور کس دلیل سے یہ فرق قائم ہو گا۔؟

○ جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی ذات کا سوال ہے۔ باب اور بہاء اللہ کے بعد ظاہر ہونا اس لئے "چشمہ معرفت" کی عبارت کے تحت نہیں آتا۔

(الف) کہ باب اور بہاء اللہ کا ہرگز کوئی اثر نہ تھا جس کے نتیجہ میں حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہو۔

(ب) باب اور بہاء اللہ ناسخ شریعت اسلامیہ تھے جبکہ حضرت مرزا صاحب خادم اور تابع شریعت اسلامیہ ہیں۔

(ج) باب اور بہاء اللہ کا باہمی قربت اور یکجہتی کا رشتہ تھا۔ جبکہ حضرت مرزا صاحب کا ان سے دور کا بھی تعلق نہ تھا

(د) باب اور بہاء اللہ کا مقام منصب جو بھی تھا۔ الوہیت یا اس سے بھی اوپر۔ حضرت مرزا صاحب کی ذات پر ایسے موہوم احمقانہ دعاوی کا ہلکا سا اثر نہ تھا۔ اور نہ ان شخصیتوں سے کبھی رابطہ و تعلق ہوا۔

(ھ) حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت تھی۔ جبکہ باب و بہاء اللہ کی زندگیاں باعث عبرت تھیں۔

(و) جس "البیان" کو بہاء اللہ نے منسوخ کر دیا۔ اور جس "الاقدس" کو زندگی بھر سامنے نہیں لا سکے۔ ان کے اثرات حضرت مرزا صاحب پر پڑنے کیونکر ممکن تھے۔؟

(ز) باب اور بہاء اللہ ایران کی پیداوار تھے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ان دونوں کا حضرت مرزا صاحب سے ملاقات وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ پھر ان کا اثر حضرت مرزا صاحب پر کیسے یقین کیا جا سکتا تھا۔ ان سب امور کو ذہن میں رکھیں۔ اور خدا لگتی بات کہیں۔ کہ بہائی مبلغ کو منہ نہ لگانا ہی درست فیصلہ نہ تھا؟

اب ایک اور پہلو سے اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن کریم میں مختلف ادوار میں انبیاء کے مسلسل ظہور کا ذکر ہے اگر ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے ظہور کو مصطفیٰ رومی کی سوچ کے تحت دیکھا جائے۔ تو نعوذ باللہ ہر نبی کے بعد آنیوالا نبی گویا سچا نہیں ٹھہرے گا۔ اور قرآن کریم بتاتا ہے۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا تَتْرَا کہ پے در پے اور مسلسل انبیاء مبعوث ہوتے آئے اب مصطفیٰ رومی اور نفحات کا فتویٰ تو یہ ہو گا۔ کہ ہر نبی بعد میں آنے کے باعث نعوذ باللہ سچا نہیں۔ تو پھر سچا کون ہو گا کیا صرف پہلا ہی نبی سچا ہو گا۔ اور بعد میں آنے والا نبی گویا سچا نہیں متصور ہو گا۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریر "چشمہ معرفت" کی ہرگز ہرگز یہ منشاء نہ تھی۔ اور مصطفیٰ رومی نے سوال میں جس "علمیت" کا مظاہرہ کیا۔ اس کا جواب خاموشی ہی بہتر تھا چشمہ معرفت کی اصل منشاء کو سمجھنے کے لئے بھی ایک "معرفت" اور بصیرت کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں نیت میں فتور ہو اور حضرت مرزا صاحب کی عبارت "چشمہ معرفت" کا پہلا فقرہ جس کو نفحات نے عبارت آگے پیچھے کر کے قارئین سے چھپانا چاہا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

"اور منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے زمانہ میں اس کا ظہور سب مدعیوں سے پہلے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تب ابھی جھوٹے نبیوں کا نام و نشان نہ تھا جب ان کا نور زمین پر روشن ہو گیا تب مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور ابن

صیاد وغیرہ جھوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھاوے کہ کس طرح وہ سچے کی حمایت کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سچے نبی کے ظہور کے وقت بارش کے موسم کی طرح آسمان پر انتشار روحانیت ہوتا ہے اور اکثر لوگوں کو سچی خوابیں شروع ہو جاتی ہیں۔ الہام بھی ہونے لگتے ہیں اسی دھوکے سے بعض جھوٹے نبی اپنی حد سے بڑھ کر نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں"

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۱۵۔ حاشیہ)

(الف) حضرت مرزا صاحب کے پہلے فقرہ میں یہ اظہار ہے کہ "منجملہ ان لوازم خاصہ کے" گویا متعدد ایسے لوازم کا ذکر کرنے کے بعد ایک مزید لازمہ کا ذکر ہے۔ یہ لازمہ سابقہ لوازم خاصہ کے ساتھ مل کر ہی اہمیت اور وزن رکھتا ہے۔ لیکن رومی صاحب اور نفحات محض اسی لازمہ کو فیصلہ کن بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے اور عبارت کو آگے پیچھے کر کے اپنا مزعومہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔ باب اور بہاء اللہ چونکہ "جملہ لوازم خاصہ" پر پورے نہیں اترتے تھے۔ اس لئے ایک لازمہ یعنی محض "پہلے آئے" کو ہی سچائی کے لئے فیصلہ کن بنانا چاہتے ہیں۔ ایسی الٹی سوچ کا جواب خاموشی بلاشبہ درست فیصلہ تھا۔

(ب) پھر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔ کہ "جب ان کا نور زمین پر روشن ہو گیا تب......... جھوٹے نبی ظاہر ہوئے" کیا باب اور بہاء اللہ کا نور اس وقت سرزمین ہند میں روشن ہو گیا تھا کہ اس کا پر تو حضرت مرزا صاحب پر پڑا ہو جبکہ باب کی کتاب "البیان" کا تیا پانچا بہاء اللہ نے کر دیا۔ اور بہاء اللہ کی "الاقدس" کو بہاء اللہ کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ ایک صدی بعد تک بھی ہوا تک نہ لگنے دی گئی۔ کیا اس کا نام "نور کا زمین پر روشن ہونا" قرار پا سکتا ہے۔

(ج) سچے نبی کے ذریعہ انتشار روحانیت کے اثرات تب سمجھے جا سکتے ہیں۔ کہ اس کی نقل اور مشابہت اختیار کرنے کے لئے جھوٹے مدعیان ظاہر ہوں۔ لیکن باب اور بہاء اللہ کی مشابہت کا ہلکا سا شائبہ بھی ذہن میں نہیں آ سکتا وہ مدعی الوہیت' وحی و الہام کے منکر' قرآنی شریعت کو منسوخ کرنے والے' آپس میں ہی ایک دوسرے کی تعلیم و شریعت پر تیر چلانے والے' محض ناکامی اور جیلوں کی کال کوٹھڑیوں میں زندگی بھر گلتے سڑتے رہنے والے' زندگی بھر شریعت کو چھپا رکھنے والے' آخر کون سی ایسی خوبی ان میں تھی۔ جس کی نقل اختیار کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کو شوق ہوتا یا حضرت مرزا صاحب پر اس کا پر تو یا عکس یقین کیا جا سکتا ہے۔

امید ہے کہ جماعت احمدیہ کو خاموش رہنے کی تلقین کرنے والے اب خود خاموشی میں ہی عافیت سمجھیں گے۔

ایک ضروری وضاحت

ماہ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے شمارہ میں مضمون حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد...... کے صفحہ ۳۶ پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی اولاد کا ذکر ہے۔ جہاں نمبر۲ میں حامدہ خاتون کے ایک داماد چوہدری مظفر الدین صاحب بنگالی مرحوم کا نام ہے۔ آپ کے دوسرے داماد چوہدری عبدالرحمن بنگالی صاحب تھے یہ نام سہواً رہ گیا ہے۔ قارئین درستی فرمالیں۔

ایک سجدہ۔ قرب الٰہی کا موجب

تحریر: از مکرم میاں عبدالقیوم صاحب ایم۔اے

جب سے انسان نے اس زمین پر قدم رکھا ہے وہ اپنی فطرت اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی خدائی آواز کے نتیجہ میں ہمیشہ خدا کا قرب تلاش کرنے کی فکر میں رہا ہے۔ اس زمین پر ایسا زمانہ کبھی نہیں آیا جب اس میں ایسے انسان موجود نہ رہے ہوں۔ کم یا زیادہ جن کا مقصد وحید یہ نہ رہا ہو کہ وہ اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل کریں۔ اسی مقصد کی طرف راہ نمائی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ رسول اور نبی مبعوث کرتا رہا ہے جو ہر قوم میں آتے رہے ہیں۔ اور آخر میں نبی کامل سید ولد آدم خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنہوں نے قرب الٰہی کی تمام راہیں کھول کر بیان فرما دیں اور پھر اپنے نمونہ سے ان تمام راہوں پر عمل کر کے ہمارے لئے یہ سفر بہت آسان کر دیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی نماز اور عبادات کے سلسلہ میں جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان میں بھی اس مضمون پر حضور نے نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تاہم انسان بار بار یاد دہانی اور ذکر کا محتاج ہے اور یہ یاد دہانی اس کے لئے نفع رساں ہے اس لئے قرب الٰہی کے حصول کی وہ راہیں جو خود خدا نے قرآن مجید میں بیان کی ہیں ان میں سے ایک راہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لئے اپنے معبود حقیقی کے قرب کی راہیں متنوع اور مختلف قسم کی ہیں کبھی وہ ذکر الٰہی کی کثرت سے انسان کے نزدیک آجاتا ہے۔ کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنے سے اپنی رضا عطا کر دیتا ہے۔ کبھی وہ ان دلوں پر جلوہ گر ہوتا ہے جو انتہائی عاجزی اور انکساری سے زندگی گذار دیتے ہیں۔ کبھی وہ مال کے خرچ کرنے سے اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ کبھی وہ والدین کی خدمت کرنے سے اپنی رضا سے نوازتا ہے۔ کبھی وہ نسل انسانی کی بے لوث خدمت کرنے سے اپنا قرب بخشتا ہے۔ کبھی وہ بیواؤں۔ یتیموں اور مسکینوں کا سہارا بننے سے انسان کو اپنے قریب کر لیتا ہے کبھی وہ بیوی سے حسن سلوک کرنے پر اپنی رضا عطا کر دیتا ہے اور کبھی بیوی کی اپنے خاوند کی خدمت اور اطاعت سے راضی ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ دنیا کی محبت سے بے نیاز ہو جانے پر اپنی محبت عطا کر دیتا ہے۔ کبھی وہ اپنے رسولوں اور نبیوں پر جان قربان کرنے سے خوش ہو جاتا ہے۔ اور پھر کبھی اس کی رضا کی خاطر بعض پیاسے جانوروں کو بھی پانی پلا دینے سے راضی ہو جاتا ہے کبھی وہ فرائض اور پھر نوافل ادا کرنے پر انسان کو اپنا قرب بخش دیتا ہے۔

الغرض کتنی ہی راہیں ہیں جن پر چلنے سے وہ انسان کو اپنا قرب عطا فرمادیتا ہے۔ یہ سب اس رحمان اور رودود خدا کا کرم ہے۔ تاہم ان سب راہوں میں ایک بنیادی روح کے بغیر وہ کبھی راضی نہیں ہوتا۔ اور وہ روح یہ ہے کہ ہر اک عمل کے کرنے میں بنیادی مقصد خدا کی رضا ہو۔ نہ ریا ہو نہ دکھاوا ہو۔ نہ نفس کی اپنی خواہش اور نہ کچھ اور۔ صرف ایک جذبہ ہو کہ اسے معبود اور مالک حقیقی کی رضا مطلوب ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس عمل کو چاہے وہ بظاہر کتنا ہی معمولی کیوں نظر آتا ہو۔ ضرور قبول کرتی اور انسان کے لئے اپنے قرب کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ یہی راہیں ہیں جو ہمارے خدا کو بہت پسند ہیں لیکن ان راہوں کے علاوہ بھی ایک راہ اور بھی ہے جو اسے بہت ہی پسند ہے اور جو اپنے حبیبؐ کو قرآن مجید میں بتائی۔ سورہ علق میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندہ کو فرماتا ہے۔

"وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔" (آیت:۲۰)

کہ اے میرے بندے تو سجدہ کر اور میرے قرب کو پالے۔ اب سجدہ تو لاکھوں کروڑوں انسان روزانہ ہی کرتے ہیں۔ کیا وہ سب قرب الٰہی حاصل کر لیتے ہیں؟ ہم فرض نمازوں میں سجدے کرتے ہیں لیکن کیا یہ تمام سجدات واقعی طور پر ہمیں خدا کے قریب کر دیتے ہیں۔ نہیں۔ وجہ یہ کہ قرب الٰہی کے آثار ہم میں پیدا نہیں ہوتے اور خود ہمارا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے سچ مچ قریب نہیں ہوئے+ خدا کا قرب تو انسان کو خدا کا دیوانہ بنا دیتا ہے۔ تب اس کی نظر میں یہ دنیا ایک کیڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ وہ ایک اور عالم میں پرواز کرتا اور آسمانی طیور میں شامل ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی آخری اور مکمل ہدایت قرآن مجید میں اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب کے حصول کے لئے سجدہ کا ہی ارشاد فرماتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ ہی اور ہے یہ سجدہ وہ ہے جو والہانہ اطاعت کا رنگ رکھتا ہے۔ جب انسان اپنے خالق و مالک اپنے معبود حقیقی کی یاد میں بے اختیار ہو کر اس کے قدموں میں اپنی جبین خاک پر رکھ کر دل کی گہرائیوں سے رَبِّی رَبِّی کہتا ہے۔ نہ ثواب کی امید' نہ فرائض اور نوافل کی ادائیگی کے خیال سے' نہ گناہوں کی معافی کا خیال نہ درجات کی بلندی کی تڑپ' نہ اپنی کمزوری اور بے مائیگی کا تصور وغیرہ صرف ایک جذبہ کہ میں اپنے خالق و مالک کا عبد ہوں اور وہ میرا معبود ہے۔ بندہ کا حق ہے کہ وہ اپنے معبود کے گرد عالم وارفتگی میں طواف کرے اور اس کے قدموں پر سجدہ ریز ہو۔ اپنی عبودیت کا دل سے اقرار کر کے معبود کی پرستش کرے کیونکہ تمام کائنات میں جس میں فرشتوں سے لے کر زمین و آسمان کی ہر طرح کی مخلوق شامل ہے صرف انسان ہی ایسی مخلوق تخلیق کی گئی ہے کہ جس کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ وہ اپنے خدا کی پرستش کرے۔

ایسا سجدہ جس برق رفتاری سے انسان کو خدا کے قریب لے جاتا ہے۔ دنیا کی اور کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انسانی واہمہ جو ایک لمحہ میں انسان کو سورج تک یا اس سے بھی دور کا سفر کروا دیتا ہے۔ یہ سجدہ اس سے بھی زیادہ برق رفتاری سے خدائے عزوجل کے نزدیک لے جاتا ہے تب خدا خود بندہ کے دل میں جلوہ افروز ہوتا اور تمام مسافتوں کو

ختم کر کے بندہ کو اپنی گود میں بٹھالیتا ہے۔

ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایسے سجدات کی بہت سی مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک رات دیکھا کہ شاہ کونین اپنے بستر پر نہیں۔ تب حضرت عائشہؓ حضور کی تلاش میں نکلیں کہ انہوں نے عالم حیرانی میں دیکھا کہ ایک جگہ خاک پر حضور سربسجود ہیں اور جذبہ عشق و محبت سے اپنے معبود حقیقی سے عرض کر رہے ہیں کہ سَجَدْتُ لَكَ رُوْحِيْ وَجَنَانِي۔ اے میرے معبود! میری روح اور جسم اور جان تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔

اس وقت آنحضور کوئی خاص دعا نہیں مانگ رہے۔ کسی اور خواہش کا اظہار نہیں کر رہے۔ صرف ایک جذبہ ہے۔ ایک آگ ہے۔ ایک دل کی پکار ہے۔ جو رات کی تنہائی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھڑکتے قلب مطہر سے نکل رہی ہے کہ میری روح۔ میرا جسم و جان اے میرے معبود تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔ یہی وہ سجدہ ہے جس نے اس عالم کو قائم رکھا ہوا ہے ہم جو اس مقدس رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے سجدات کثرت سے بجالانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وقف جدید کا مالی سال اور انصار اللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کے مالی سال کی آخری سہ ماہی گذر رہی ہے لہٰذا تمام زعماء / زعماء اعلیٰ اور ناظمین اضلاع سے گزارش ہے کہ وہ اپنی مجلس / مجالس کے وقف جدید کے وعدہ جات اور وصولی کی صورت حال کا از سرنو جائزہ لیں اور نہ صرف تدریجی وصولی / ادائیگی کو یقینی بنائیں بلکہ انصار کے وعدہ جات اور وصولی کو دوران سال نازل ہونے والے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو مدنظر رکھ کر وہ اپنی مالی وسعت اور حیثیت کے مطابق وقف جدید کے مالی جہاد میں حصہ لینے والے ہیں۔ اسی طرح زعماء کرام معاونین خصوصی معیار اول و دوم کی تعداد کو بھی بڑھانے کی کوشش کریں۔

(قائد وقف جدید مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

بقیہ از صفحہ ۳۴:-

(۱۱-۱۲) سیرت طیبہ صفحہ ۱۲۹ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (۱۳) ملفوظات جلد ۳ (جدید ایڈیشن) صفحہ ۱۰۴ (۱۴) سیرت المہدی جلد سوم صفحہ ۲۳۹ (۱۵) (رفقاء) احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۵ (۱۶) ملفوظات جلد ۲ (جدید ایڈیشن) صفحہ ۹۱ (۱۷) تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۹۸ از مولانا شیخ عبدالقادر مرحوم (مربی سلسلہ احمدیہ) لاہور (۱۸) ملفوظات جلد ۱ (جدید ایڈیشن) صفحہ ۴۵۴ (۱۹) ملفوظات جلد ۳ (جدید ایڈیشن) صفحہ ۲۲۱ (۲۰) بحوالہ الفضل ۲۶ اگست ۱۹۹۸ء (۲۱) سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ ۴۴۳ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب...... (۲۲) تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۲۱ (۲۳) احمدیہ موومنٹ مسٹر ایچ اے والٹر بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ ۱۰۷ (۲۴) ملفوظات جلد ۴ (جدید ایڈیشن) صفحہ ۱۵۷-۱۵۸ (۲۵) آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۵ (۲۶) براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۴۔

رپورٹ پکنک ۔ مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کا تفریحی پروگرام

موسم کی قدرے تبدیلی کے ساتھ ہی مورخہ ۷۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کو ایک تفریحی پروگرام منانے کی توفیق ملی۔ پکنک کا پروگرام حضور ایدہ اللہ کے باغ احمد نگر میں واقع بارہ دری میں منعقد ہوا۔ عاملہ کے اراکین گروپس کی صورت میں ۴:۳۰ بجے سہ پہر باغ میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے بارہ دری سے ملحق خوبصورت پلاٹس اور Swimming Pools کی سیر کی گئی۔ پھر تقریباً نصف گھنٹہ تک بیڈ منٹن کے کھیل سے لطف اندوز ہوئے۔ مکرم مرزا غلام احمد صاحب قائمقام صدر انصار اللہ نے بھی اس کھیل میں حصہ لیا۔ اسی اثناء میں مشاہدہ معائنہ کا دلچسپ مقابلہ ہوا۔ ایک میز پر سفید پاؤڈر کے پانچ مختلف نمونے رکھے گئے تھے۔ ان کی پہچان اور انہیں ترتیب وار اپنی جوابی کاپی پر لکھنے کا عمل بڑا دلچسپ اور قابل دید تھا۔ اس کے ساتھ ہی جملہ اراکین کو پانچ سوالوں پر مشتمل معلومات خاصہ کا پرچہ حل کرنے کے لئے دیا گیا۔ یہ مرحلہ بھی بڑا دلچسپ رہا۔ اسی دوران وائلڈ لائف۔ گیمز اور سمندری حیات پر مشتمل وڈیو بھی دکھائی جاتی رہیں۔ نماز مغرب کے بعد مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تشریف لائے اور اس ماحول میں گھل مل گئے۔ اور اس طرح پکنک کی رونق دوبالا ہو گئی ۶:۳۰ بجے کھانا پیش کیا گیا جو بڑے بے تکلفانہ ماحول میں تناول کیا گیا۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب (نمائندہ خصوصی انصار اللہ) نے اپنی دو نظموں سے جملہ حاضرین کو محظوظ کیا۔ اسی طرح مکرم ملک منور جاوید صاحب قائد اشاعت نے اپنی مخصوص مترنم آواز میں ایک غزل سے حاضرین کو مسحور کیا گیا۔ بالآخر ۸ بجے دعا کے ساتھ یہ پکنک اختتام پذیر ہوئی۔

کارکنان مجلس انصار اللہ پاکستان کی پکنک

مورخہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو کارکنان مجلس انصار اللہ پاکستان کو ایک دلچسپ پکنک منانے کا موقع ملا یہ پکنک حضور ایدہ اللہ کے باغ احمد نگر میں واقع بارہ دری میں تھی جملہ اراکین دو بجے بعد دوپہر باغ میں پہنچ گئے۔ خوبصورت ماحول کی سیر کرنے کے بعد تین بجے کارکنان نے کھانا کھایا اس دوران مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب اور مکرم مبارک احمد ظفر صاحب نے مجلس کو اپنے لطائف اور دلچسپ واقعات سے محظوظ کیا اس کے بعد کلائی پکڑنے کا ایک دلچسپ مقابلہ ہوا جس میں مکرم منظور احمد صاحب بھٹی کو بالادستی رہی۔ مجلس عاملہ انصار اللہ کی طرف سے مکرم محمد اسلم شاد صاحب قائد عمومی اور مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق قائد ذہانت و صحت جسمانی نے شرکت کی۔ بوقت شام نہایت شاداں و فرحاں کارکنان واپس لوٹے۔

(قائد صحتِ جسمانی)

نتیجہ امتحان سہ ماہی دوم ۱۹۹۹ء (شعبہ تعلیم) مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ

امتحان سہ ماہی دوم ۱۹۹۹ء میں پاکستان کی ۲۵۶ مجالس کے ۲۰۷۳ انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار درج ذیل ہیں اول: مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب کراچی۔ دوم: مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ سوم: مکرم رشید احمد ارشد صاحب دھرکنہ ضلع چکوال۔ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب پشاور

خصوصی گریڈ "اے" حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ربوہ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب دارالعلوم غربی حلقہ ثنا۔ مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب کوارٹرز تحریک جدید۔ مکرم ایوب اقبال احمد صاحب دارالرحمت وسطی۔ مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب دارالرحمت وسطی۔ مکرم طاہر محمود صوفی صاحب دارالرحمت وسطی۔ حکیم محمد سلیم سیالکوٹی صاحب دارالنصر غربی۔ مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب۔ دارالعلوم وسطی۔ مکرم شمیم احمد خالد صاحب ناصر آباد شرقی۔ مکرم عبدالرشید منگلا صاحب۔ دارالرحمت شرقی الف۔ مکرم عبدالباسط خاں صاحب دارالرحمت شرقی الف۔ مکرم عبدالسلام ظافر صاحب ناصر آباد غربی۔ مکرم مبارک احمد عابد صاحب ناصر آباد غربی۔ مکرم جاوید احمد جاوید صاحب دارالعلوم شرقی۔ کراچی مکرم محمد اسلم راجہ صاحب۔ عزیز آباد کراچی۔ مکرم عبدالحمید ارشد صاحب عزیز آباد۔ مکرم عبدالباری قیوم شاہد صاحب۔ مارٹن روڈ۔ مکرم منصور احمد لکھنوی گلشن نذیر کراچی شرقی۔ مکرم عبدالمالک خاں صاحب۔ ماڈل کالونی۔ ضلع لاہور مکرم شمیم احمد صدیقی صاحب (بیت الاحد) مکرم عبدالکریم خالد صاحب۔ وحدت کالونی۔ مکرم محمد سلیم اختر صاحب سلطانپورہ۔ مکرم پروفیسر محمد رشید طارق صاحب سلطانپورہ۔ مکرم چوہدری نثار احمد ڈیفنس لاہور۔ مکرم محمود علی صاحب فیکٹری ایریا۔ مکرم منیر احمد جاوید صاحب بھاٹی گیٹ۔ مکرم سعید احمد بٹ صاحب جوہر ٹاؤن۔ ضلع فیصل آباد مکرم محمد اسلم شاکر صاحب (دارالحمد)۔ مکرم ڈاکٹر بشیر حسین تنویر صاحب دارالحمد۔ مکرم مرزا منظور بیگ صاحب دارالحمد۔ مکرم محمد اصغر عتیق صاحب دارالحمد۔ مکرم ملک محمد سجاد اکبر صاحب دارالذکر۔ مکرم انعام اللہ ہاشمی صاحب دارالذکر۔ ضلع اسلام آباد مکرم حمید المحامد صاحب (شمالی)۔ مکرم عبدالمنان فیاض صاحب اسلام آباد شرقی۔ مکرم ایم اے لطیف شاہد (جنوبی)۔ مکرم رفیق احمد سعید صاحب۔ اسلام آباد جنوبی۔ مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب چونڈہ۔ ضلع سیالکوٹ ملتان مکرم صادق احمد نعیم صاحب۔ گلگشت کالونی۔ مکرم شمس السلام صاحب " " "

متفرق مکرم عبدالسلام طاہر صاحب لطیف آباد (حیدر آباد)۔ مکرم شیخ کریم الدین صاحب بہاولنگر۔ مکرم چوہدری محمد شفیع سلیم صاحب۔ کھاریاں ضلع گجرات۔ مکرم رفیق احمد خاں صاحب۔ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ مکرم پروفیسر محمد ثناء اللہ صاحب۔ کیلے ضلع شیخوپورہ۔ مکرم نصیر احمد قریشی صاحب ٹوبہ شہر۔ مکرم ڈاکٹر ناصر احمد جاوید صاحب حافظ آباد۔ مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب واہ کینٹ۔ مکرم محمد انور گوگا صاحب جہلم شہر۔ مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب شیخوپورہ شہر۔ مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب گھسن چک ۵۔ احمد آباد ضلع بدین۔ نوٹ:۔ مکرم سید مسعود احمد صاحب حیات آباد پشاور نے سہ ماہی اول ۱۹۹۹ء میں خصوصی گریڈ اے حاصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی بہت مبارک کرے اور علم و معرفت میں مزید ترقیات عطا فرمائے۔ آمین۔

(عبدالخالق خالد) قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

Monthly **Ansarullah** Rabwah

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL – 92 November, 1999.

قرآن شریف کی زبردست طاقت اور خاصیت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”جس خدا پر ایمان لانے کے لئے قرآن شریف ہمیں حکم کرتا ہے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ نہایت زبردست اور قادر مطلق اور کامل طاقتوں والا خدا ہے جو شخص اس خدا کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے اور وفاداری اور صدق قدم سے اس کی طرف آتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ خدا بے مثل ہے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے آسمان اور زمین میں کئی قسم کی قدرتیں دکھلائی ہیں ایسا ہی اس کے ہاتھ پر بھی کئی قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں جو دوسرے انسان ان پر قادر نہیں ہو سکتے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور مقابلہ کے وقت کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔ کیونکہ خدا اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور خدا اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے طرح طرح کے تصرفات زمین پر ظاہر کر سکتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔ مگر جو شخص قرآن شریف کا پیرو ہو کر محبت اور صدق کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے وہ ظلی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ اس زبردست طاقت اور خاصیت کا ہوتا ہے جو خدا کے کلام قرآن شریف میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زبردست طاقت اور خاصیت کسی اور کتاب میں نہیں جو کسی قوم کے نزدیک کتاب الہامی سمجھی جاتی ہے۔ .... میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا تب اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ ......“

(روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۲۶ تا ۴۲۸)